سول ایوی ایشن ۵۰ کروڑ

لاہور ایئرپورٹ کارن وے

تعمیری تخمینہ: ۱۷ کروڑ ۴۰ لاکھ
اصل تعمیری لاگت: ۳۲ کروڑ ۲۰ لاکھ
مزید اضافی لاگت: ۷ کروڑ

واپڈا ۶ کروڑ ۱۰ اسٹیل مل ۲۵ کروڑ

اربوں روپے کا گھپلا

ایڈیٹر و پبلشر: **محمد احمد صدیقی**　　مدیر اعلیٰ: **ابو جنید**


## اس شمارے میں





**زرِ تعاون سالانہ**

| ملک | رقم | کرنسی |
|---|---|---|
| پاکستان | ۳۰۰ | روپے |
| سعودی عرب | ۲۰۰ | ریال |
| متحدہ عرب امارات | ۲۰۰ | درہم |
| بھارت و بنگلہ دیش | ۴۵ | امریکی ڈالر |
| افریقہ و ایشیا | ۵۰ | امریکی ڈالر |
| یورپ | ۵۵ | امریکی ڈالر |
| امریکہ و آسٹریلیا | ۶۰ | امریکی ڈالر |

زرِ تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بینک کی معرفت ارسال فرمائیں جس کی کراچی میں برانچ ہو۔


**دفترِ رابطہ**

۶۱۲ یونی شاپنگ سنٹر
ریجنسی مال عبداللہ ہارون روڈ صدر کراچی
فون: ۵۱۲۷۷۵



پبلشر محمد احمد صدیقی نے النورعلی کیشنز کے تحت شیخ بخش پرنٹرز کی لمیٹڈ سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سنٹر ریجنسی مال، شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔ ہمارے پاس کے حکم سے۔ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے رحمت۔ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے۔ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔

سورۃ الدخان، آیت ۲ تا ۸

(کنزالایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا اور رمضان میری امت کا۔ شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے۔ اور رمضان بالکل پاک کر دینے والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زائد تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

# وزیراعظم کے دوبارہ انتخاب کی ضرورت نہیں

"۲۰ مارچ کو کچھ نہیں ہوگا" صدر مملکت غلام اسحاق خان کے اس اعلان نے اپوزیشن کی صفوں میں گہری مایوسی پھیلا دی ہے جو یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ صدر مملکت یا تو وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو سے دوبارہ اعتماد کا ووٹ لینے کے لئے کہیں گے یا پھر وزیراعظم کا انتخاب دوبارہ کرائیں گے۔ صدر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میں آئین کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں کسی کو ۲۰ مارچ کو وزیراعظم کا انتخاب کرانے پر اصرار ہے تو عدالت سے رجوع کرے۔ آئین کو معطل کرنے کی بات کرنے والوں نے ہی ملک کو اس حال تک پہنچایا ہے۔

متحدہ حزب اختلاف کو جن پتوں پر تکیہ تھا وہی اب اُسے ہوا دینے لگے ہیں۔ اس مسئلہ پر سی او پی کے لیڈر جناب غلام مصطفےٰ جتوئی سب سے زیادہ سرگرم ہیں۔ روزانہ اخبارات میں اُن کا بیان چھپتا ہے جس میں کسی دن وہ کہتے ہیں کہ صدر کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ ۲۰ مارچ کو نئے وزیراعظم کا انتخاب کروائیں مگر دوسرے دن وہ یہ بیان دیتے ہیں کہ وزیراعظم کو ۲۰ مارچ تک اعتماد کا ووٹ دوبارہ لینا چاہئیے۔ بقول ائیر مارشل اصغر خان (؟) بقول اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار جتوئی خود کنفیوژ ہیں۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ انہیں کیا کہنا چاہئیے۔ آئی۔ جے۔ آئی کے صدر نواز شریف صاحب کہتے ہیں کہ ۲۰ مارچ کو وزیراعظم کا انتخاب کر کے آئینی تقاضے پورے نہ کئے گئے تو عدالت میں جانے پر غور کریں گے۔ ہمارا مؤقف یہی ہے کہ وزیراعظم کا انتخاب از سر نو ہونا چاہئیے۔

آئین کی دفعہ ۹۱/۲ جس کی رو سے اپوزیشن وزیراعظم کو اعتماد کا ووٹ دوبارہ لینے پر زور دے رہی ہے دراصل جنرل ضیاءالحق کی تخلیق کردہ ہے۔ وہ اس دفعہ کے تحت یہ اختیار حاصل کرنا چاہتے تھے کہ غیر جماعتی اسمبلی میں وہ اپنے منظور نظر رکن کو چن کر وزیراعظم نامزد کر سکیں۔ سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو نے اس دفعہ میں یہ ترمیم کرائی کہ یہ صرف ضیاء صاحب کے دور صدارت تک جو ۲۰ مارچ ۱۹۹۰ء کو ختم ہونا تھا نافذ العمل رہے گی۔ اُس کے بعد صدر کا یہ صوابدیدی اختیار خود بخود ختم ہو جائے گا۔

ہم آئینی ماہر نہیں ہیں لیکن یہ بات ایک عام پاکستانی کی سمجھ سے باہر ہے کہ مذکورہ بالا دفعہ میں دیئے گئے صوابدیدی اختیار کے ختم ہونے سے وزیراعظم پاکستان کی حیثیت کس طرح متاثر ہوتی ہے۔ جبکہ موجودہ وزیراعظم قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ بھی حاصل کر چکی ہیں۔ وہ اس عہدے پر بدستور فائز چلی آرہی ہیں۔ یہ عہدہ ایک دن کے لئے بھی خالی نہیں ہوا ہے۔

آئین کی دفعہ ۹۱ کی پہلی شق کے مطابق وزیراعظم کابینہ کا سربراہ ہوگا۔ دوسری اور تیسری شق میں وزیراعظم کے انتخاب کا ایک جامع لائحہ عمل دیا گیا تھا جس کے مطابق وزیراعظم کا انتخاب خفیہ بیلٹ کے ذریعہ ہوتا تھا چنانچہ ۷۳ء کے آئین کے نفاذ کے بعد جب ملک میں پارلیمانی نظام رائج ہوا تو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم جو عبوری آئین کے تحت ملک کے صدر تھے ایک خفیہ بیلٹ کے ذریعہ ملک کے وزیراعظم منتخب ہوگئے۔ وزارت عظمیٰ کے انتخاب میں بھٹو صاحب کا مقابلہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کیا جو وزارتِ عظمیٰ کے لئے اپوزیشن کے متفقہ امیدوار تھے۔ اس خفیہ رائے شماری میں مولانا شاہ احمد نورانی نے ۴۲ ووٹ حاصل کئے جبکہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو ۱۰۹ ووٹ ملے۔

وزیراعظم کے انتخاب کے لئے جو خفیہ رائے شماری کا طریقۂ کار نافذ کیا گیا اس کا مقصد یہ تھا کہ معزز اراکین اسمبلی پر وزیراعظم کے انتخاب کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا جا سکے اور نہ ہی خرید و فروخت کا عمل کیا جا سکے۔ بلکہ عوامی نمائندے آزادانہ طور پر اپنی رائے دے سکیں اور بے خوف ہو کر وزیراعظم کا انتخاب کر سکیں۔

جنرل ضیاءالحق اس نظام کو اپنے مقاصد کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے کیونکہ یہ طریقہ انتخاب اُن کے مذموم عزائم کے لئے ایک سدِ راہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۸۵ء میں آر۔ سی۔ او کے ذریعہ آئین میں ترمیم کر کے خفیہ ووٹنگ کے اس سسٹم کو بدل دیا اور وزیراعظم کو نامزد کرنے کا صوابدیدی اختیار حاصل کر لیا۔ اُن کے نامزد کردہ وزیراعظم کو دو ماہ میں اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینا ہوتا تھا جو ایک غیر جماعتی ایوان میں کچھ مشکل نہ تھا۔ ہارس ٹریڈنگ کا شرمناک عمل اسی دور سے شروع ہوا۔

جنرل ضیاءالحق نے ۸۲ء میں مجلس شوریٰ قائم کی۔ اس کے اراکین کو خوب نوازا۔ اُنہیں خصوصی مراعات اور ترقیاتی فنڈز بھی دیئے گئے اور بانگِ دہل اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ "میں نے آپ لوگوں کو دو سو کروڑ روپے دیئے ہیں۔ اب اپنے اپنے علاقوں میں کِلا گاڑ دو۔"

۱۹۸۵ء کی قومی اسمبلی سے ممبران کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب ایک غیر جماعتی ایوان کو جماعتی ایوان میں تبدیل کیا گیا۔ ارکان اسمبلی کو مسلم لیگ کے فولڈ میں شامل کرنے کے لئے سیاست کو تجارت بنا دیا گیا۔ یہ رجحان آج تک نہ صرف باقی ہے بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایمانی غیرت سے مزین کچھ ممبران اسمبلی کہتے ہیں کہ انہیں اسمبلی میں بیٹھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ تحریک عدم اعتماد کے موقع پر جو ہارس ٹریڈنگ ہوئی ہے پی پی پی اور آئی جے آئی نے گیم جیتنے کے لئے جو بڑھ چڑھ کر بولی لگائی ہے اور بعض اراکین کو جس خصوصی مراعات سے نوازا گیا ہے ان سب نے مل کر معزز ایوان کے تقدس کو پامال کر دیا۔

آئین کی دفعہ ۹۱ کی شق ۳، جس کے تحت وزیراعظم کو ساٹھ دن میں اعتماد کا ووٹ لینا تھا مگر وزیراعظم بے نظیر نے صرف پندرہ دن میں اعتماد کا ووٹ لے کر اس شق کی قانونی ضروریات کو پہلے ہی بخوبی پورا کر دیا۔ انہوں نے ایک مالی بجٹ بھی قومی اسمبلی سے منظور کرایا ہے نیز عدم اعتماد کی ایک تحریک کو بھی وہ ناکام بنا چکی ہیں۔

دراصل متعلقہ دفعات میں ابہام کی وجہ سابق صدر ضیاء الحق کا غیر دانشمندانہ رویہ اور غیر جماعتی انتخابات کے نتیجہ میں منتخب ہونے والے نمائندوں کا عاجلانہ سمجھوتہ ہے۔ ان دفعات کے گہرے مطالعہ کے بعد بھی ابہام تو اپنی جگہ باقی رہتا ہے مگر ایسا کوئی نکتہ یا طریقہ کار سامنے نہیں آتا جس کو معیار بنا کر یہ طے کیا جا سکے کہ شق ۲۔الف موجودہ وزیراعظم پر لاگو کی جا سکتی ہے۔ نہ ہی اس شق سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فائز وزیراعظم ۲۰ مارچ کے بعد اپنے عہدہ پر قائم نہیں رہ سکیں گی۔ شق ۲۔الف صرف صدر کے وزیراعظم کو نامزد کرنے کے اختیار کو ختم کرتی ہے۔ اسے ایسے وزیراعظم کی مدت عہدہ کو ختم کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا جو پہلے تقرر پا چکا ہو اور جس نے قومی اسمبلی سے اعتماد کا بھی ووٹ حاصل کر لیا ہو۔ ایسے وزیراعظم کو صرف اسی وقت ہٹایا جا سکتا ہے جب اس کے خلاف تحریک عدم اعتماد پاس ہو جائے یا پھر وہ اپنی مدتِ عہدہ کو ختم کر کے ایک نئی مدت کے لئے دوبارہ کام شروع کرے تو اس وقت اُسے نئے اعتماد کے ووٹ کی ضرورت ہو گی۔

سابق صدر جنرل ضیاء الحق نے آئین کا حلیہ بگاڑنے کے لئے ہر وہ قدم اٹھایا جس کے تحت اُن کی توپوزیشن مضبوط ہو مگر منتخب وزیراعظم کو ہر وقت آئینی پریشانیاں لاحق رہیں۔ غالباً ۷۳ء کے آئین میں ایک تحریک عدم اعتماد کی ناکامی کے بعد دوسری چھ ماہ سے پہلے پیش نہیں کی جا سکتی تھی مگر ضیاء الحق نے اس پابندی کو ختم کر دیا۔ تحریک عدم اعتماد کے وقت متبادل وزیراعظم کا نام بھی دینا ضروری ہوتا تھا مگر ضیاء نے اسے بھی آئین سے حذف کر دیا۔

جمہوریت کی بقا اور ملک کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ سیٹ اپ کو قائم رہنے دیا جائے۔ موجودہ منتخب حکومت کو اپنی میعاد پوری کرنے دی جائے۔ آئینی اور قانونی موشگافیوں کے ذریعہ قوم کو آئینی بحران میں مبتلا نہ کیا جائے۔

## دوست آں باشد کہ....

عرب جمہوریہ لیبیا کے متعلق غیر مسلم حکومتیں تو طرح طرح کا منفی پروپیگنڈہ کرتی ہی رہتی ہیں مگر مسلمانوں میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو جمہوریہ لیبیا کے بانی صدر معمر قذافی پر بہتان تراشی کرتے ہوئے کسی قسم کی ضمیری خلش محسوس نہیں کرتے جو انہیں سوشلسٹ، دہریہ اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں مسلم اقلیتیں اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں وہاں وہاں معمر قذافی کسی نہ کسی عنوان اُن کی مدد کے لئے موجود ہیں۔ خواہ وہ فلپائن کے مورو مسلمان ہوں یا ایریٹریا کے مجاہدین، فلسطین میں تحریک آزادی کے چھاپہ مار ہوں یا کشمیری مجاہدین۔ کرنل قذافی دامے۔ درمے۔ سخنے اُن کے مؤید و غمخوار ہیں۔ اس معاملے میں وہ سیاسی مصلحت اور سفارتی پابندی کو قبول نہیں کرتے۔

کشمیر کے مسئلہ پر انہوں نے ثالثی کی پیشکش کی جسے بھارتی حکومت نے اس خوف کے سبب قبول نہیں کیا کہ قذافی ایک صاف گو، راست باز اور حق کا ساتھ دینے والے حکمراں ہیں۔ بھارت جو کشمیر پر زبردستی قبضہ جمائے بیٹھا ہے جس کا کیس ہر لحاظ سے کمزور ہے کب یہ چاہے گا کہ وہ ایک حق پرست منصف کی عدالت میں اپنا کمزور مقدمہ پیش کرے۔

باون ہزار مربع میل کے خوبصورت خطّہ جموں و کشمیر کو بھارتی فوجوں نے اپنی خوں آشامی سے جہنم زار بنا دیا ہے۔ حسین وادی کے حسن کو ہندوستانی فوجیوں کے بوٹوں نے گہنا دیا ہے پھر بھی مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک آزادی ماند پڑنے کے بجائے روز بروز زور پکڑتی جا رہی ہے۔ بے دریغ قتل عام، کرفیو، گورنر راج کے باوجود مجاہدین آزادی کے حوصلے پست نہیں ہوئے بلکہ کشمیر کے حالات دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں یہ اندیشہ جڑ پکڑتا جا رہا ہے کہ اگر حالات کشمیر میں بھارتی حکومت کے قابو سے بالکل باہر ہو گئے تو بھارت کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی مصداق پر عمل کرتے ہوئے پاکستان پر حملہ کرنے سے نہیں چوکے گا۔ ان اندیشوں کو اس خبر نے مزید تقویت دی ہے کہ بھارت نے کشمیر میں کنٹرول لائن کے قریب بھارتی فوجوں کو تعینات کر دیا ہے۔

ان خدشات کا اظہار، وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو، مسلح افواج کے چیف آف اسٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ نے بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں وزیراعظم کی صدارت میں کابینہ کی دفاعی کمیٹی کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں یہ طے پایا کہ چونکہ صورتحال بھارت کے ہاتھ سے نکل رہی ہے اس لئے وہ پاکستان کے لئے مسئلہ کھڑا کر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا حالات کے پیشِ نظر پاکستان پر ممکنہ حملہ کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس صورتحال میں عرب جمہوریہ لیبیا کی انقلابی کمیٹی کے ترجمان کا یہ اعلان پاکستان کے لئے بڑا قیمتی ہے کہ پاکستان پر بھارت کے حملہ کی صورت میں لیبیا کی حکومت پاکستان کی حمایت کرے گی۔ کیونکہ لیبیا کے عوام پاکستان کو مضبوط اور پاکستانی عوام کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

لیبیا نے پہلے بھی حق دوستی نبھایا تھا۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں صدر معمر قذافی نے پاکستان کی دل کھول کر مدد کی تھی۔ جب مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سبب پاکستان کو شدید مالی دشواریوں اور بیرونی تجارتی خسارہ کا سامنا تھا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں لیبیا سے پاکستان کے تعلقات البتہ ضرور کشیدہ رہے تھے کیونکہ لیبیا جنرل ضیاء الحق کے امریکہ کی طرف جھکاؤ کو پسند نہیں کرتا تھا اور مرحوم ذوالفقار علی بھٹو، صدر قذافی کے ذاتی دوست بھی تھے جن کی حکومت کا تختہ جنرل ضیاء نے اُلٹا تھا۔

اب چونکہ پاکستان پر مرحوم بھٹو کی بیٹی برسرِ اقتدار ہیں تو پاکستان سے صدر قذافی کی دیرینہ محبت پھر عود کر آئی ہے جس کا ثبوت حکومت لیبیا کے حالیہ بیان سے ملتا ہے جو پاکستان کے لئے یقیناً بڑی تقویت کا باعث ہے۔

# سوویت یونین میں

## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عروج

## کارل مارکس کی تعلیمات کا زوال

محمد احمد صدیقی

تاجکستان کے صدر مقام دشانبے (DUSHANBE) میں کمیونسٹ پارٹی کے ایک اجلاس میں جس میں پارٹی کے اعلیٰ ترین ارکان موجود تھے مجمع سے ایک آواز بلند ہوئی کہ "بیٹھ جاؤ"۔ یہ آواز دس ہزار تاجک مجاہدین کی تھی پھر فوجی افسروں نے دیکھا کہ ایک شخص فوجی گاڑی پر چڑھ گیا اور اس نے اذان دی تاجکستان میں ماسکو حکومت کے خلاف اکثر و بیشتر اس قسم کے مذہبی جذبات دیکھنے میں آتے ہیں۔

روس کی پندرہ ریاستوں میں سے تاجکستان میں سب سے زیادہ سرگرم اور پرجوش مسلمان اکثر ایسے مظاہرے کرتے رہتے ہیں کہ جن سے ان کے عقائد کا اظہار ہوتا رہتا ہے مذکورہ بالا واقعہ جس وقت رونما ہوا اس وقت متعدد اخباری نمائندے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

آزادی اظہار رائے کے بعد روس میں عوام کو معلوم ہوا کہ مملکت میں اسلام کی جڑیں کتنی مضبوط ہیں اور مسلمانوں کی تعداد پانچ سو پچاس لاکھ (پانچ کروڑ) ہے جو وسط ایشیا کی پانچ ریاستوں اور آذر بائیجان میں پھیلی ہوئی ہے اس انکشاف کے بعد بعض لوگوں کو تعجب ہوا ہے اور وہ فکر مند ہیں کیونکہ یکے بعد دیگرے ریاست میں بڑھتی ہوئی بدامنی میں مذہبی جذبات کا بڑا دخل ہے گزشتہ جنوری آذر بائیجان سے بغاوت کو کچلنے کے لئے فوجیں طلب کرنی پڑی تھیں روس کے مشہور مبصر بیلیو (BELYAEV) نے بھی خبردار کیا کہ ایران میں سوویت یونین کو جہاد کی دھمکی دی خود گورباچوف کا بھی کہنا ہے کہ آذر بائیجان کے صدر مقام باکو میں آرمینی اقلیت کے خلاف فسادات میں مسلمان پیش پیش تھے۔ درحقیقت گورباچوف اور بیلیو اصل حقائق سے ابھی تک لاعلم ہیں۔ وسط جنوری میں جس وقت روسی افواج نے بغاوت کے خلاف مداخلت کی تھی اس سے قبل مسلمانوں کا بغاوت سے بہت تعلق تھا اور پاپولر فرنٹ کا اصل مقصد کمیونسٹ پارٹی کی اجارہ داری کا خاتمہ اور ماسکو سے علیحدگی حاصل کرنا تھا۔ لیکن بعض دوسرے مقامات پر مسلمانوں نے جو تحریک شروع کی تھی اس کا مقصد بنیادی حقوق کا مطالبہ اور آزادی ضمیر حاصل کرنا تھا گزشتہ ماہ دوشنبے میں مسلمان مظاہرین نے یہ مطالبہ کیا کہ اسلام کو تاجکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے۔

اب تاشقند میں علماء کرام کو یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ وہ کارخانوں، فیکٹریوں، جیل خانوں اور عام جگہوں پر تبلیغی فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ گزشتہ موسم سرما میں اکثر مقامات پر ایسا دیکھنے میں آیا کہ تاجک مسلمانوں کے گروہ مقامی بازاروں میں گھومتے تھے اور اگر وہ کسی عورت کو میک اپ میں دیکھتے تو مسلمان کی حیثیت سے اس کا محاسبہ کرتے تھے۔ روس میں کلام پاک کے نسخوں کی ہمیشہ کمی رہی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سعودی عرب نے قرآن پاک کے دس لاکھ نسخے پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔

ازبکستان کے علاوہ وسط ایشیا کی دیگر ریاستوں میں بھی اب ٹیلی ویژن پر اسلام سے متعلق پروگرام پیش کئے جاتے اور کبھی کبھی مسلمانوں کو عبادت کرتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے بھی دکھایا جاتا ہے وسط ایشیا

جس وقت سوویت یونین کی بنا ڈالی جا رہی تھی اس وقت ہی لینن اس کی بھک سے اُڑ جانے والی خاصیت سے آگاہ تھا۔

# سوویت یونین میں مسلمانوں کی تعداد ۴٫۵ کروڑ ہے جو بڑے سرگرم اور پرجوش مسلمان ہیں

کی ریاستوں میں ۱۹۸۹ء سے تقریباً دو سو پچاس مساجد کی تعمیر اور بازیابی جاری ہے ان اقدامات سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر پیدا ہوئی کیونکہ عرصہ دراز سے یہاں کے مسلمان مذہبی پابندیوں کے شکار رہے ہیں اور حکومت کے ظلم و ستم سہتے رہے ہیں تاشقند کی مسجد کے امام نے بتایا کہ ۱۹۳۷ء میں یہ مسجد اسٹالن کے حکم پر بند کر دی گئی تھی جسے گزشتہ سال دوبارہ کھولا گیا ہے انہوں نے مزید بتایا کہ پہلے عبادت کرنے والوں کو گولی مار دی جاتی تھی۔ جبکہ آج کل بہت سے نوجوان یہاں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ تاشقند میں مسلم بورڈ کے دفتر کے سامنے نوجوان ازبکوں کا ایک گروپ مسجد میں نماز ظہر کے لئے جمع تھا جبکہ کچھ بزرگ ایک فوٹوگرافر کے گرد جمع تھے جو وہاں آ نکلا تھا۔ شہر کے باہر ایک قدیم جامع مسجد ہے جس میں صنعتی کارکن بڑی تعداد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور ان میں سے ہر ایک حج کرنے کا بھی خواہشمند ہے

وسط ایشیا کی پانچ روسی ریاستوں میں مسلمان گورباچوف سے بڑے پُرامید دکھائی دیتے ہیں کہ اس سے قبل انہیں اس قدر مذہبی آزادی حاصل نہیں تھی ابھی چار سال قبل تک روسی حکومت اسلام کو ملک کی ترقی اور سوشلزم کا سب سے بڑا دشمن تصور کرتی تھی اسلامی بورڈ کے صدر نے اس بات کی سخت الفاظ میں تردید کی کہ آذربائیجان میں بغاوت مسلمانوں کے باعث ہوئی تھی۔ جنوری میں روسی فوج کے حملوں سے تین سو سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے تھے ان کی نماز جنازہ بھی اسلامی بورڈ کے صدر نے پڑھائی تھی جنازوں میں شرکاء کی تعداد تقریباً ۱۵ لاکھ تھی انہوں نے توقع ظاہر کی کہ صدر گورباچوف مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کریں گے ایک وفد جار جیا سے شہید مسلمانوں کی تعزیت کے سلسلے آذربائیجان آیا اور اس وفد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلام سیاسی اور مذہبی فیضان کا سرچشمہ ہے سوویت یونین نے چند ہزار علماء کرام جو جدید تعلیم یافتہ ہیں اور جدید روشن خیال تصور کئے جاتے ہیں انہیں پہلے لینن اور پھر اسٹالن نے مذہبی معاشرتی آزادی کی یقین دہانی کرائی تھی لیکن انہیں انہی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن سے سوویت یونین کے عیسائی دوچار ہوئے تھے ۱۹۲۲ء میں روسی ڈکٹیٹر نے پنجسالہ پروگرام دیا تھا جس میں مذہب کو کچل دیا گیا تھا ۱۷ء سے قبل ملک میں ۲۶،۰۰۰ مساجد آباد تھیں انہیں شہید کر دیا گیا یا بند کر کے کلبوں اور گوداموں میں تبدیل کر دیا گیا ہزاروں علماء کرام شہید کر دیئے گئے یا انہیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں جو علماء کرام حکومت کی سختیوں سے بچ گئے اور تھوڑی بہت مذہبی فرائض کی اجازت جو انہیں حاصل ہوئی انہیں بھی مسلمان شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے نتیجے کے طور پر ایشیائی ریاستوں میں مساجد کا متوازی سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں دین دار مسلمان سرکاری اجازت کے بغیر کر اپنے مذہبی فرائض ادا کرتے تھے ازبکستان میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے باطنی صوفی فرقہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ ازبکستان اور تاجکستان کی حکومت حال ہی میں وہابی فرقہ کے پھیلنے سے بہت فکرمند ہیں اس فرقہ کا تعلق اسلام میں اس طبقہ شاخ سے ہے جس کی ابتداء اٹھارویں صدی میں سعودی عرب میں ہوئی۔

آزادی مذہب کے ساتھ ساتھ وسط ایشیا کی ریاستوں کے باشندے ثقافتی طور پر بھی حساس ہو گئے ہیں بہت سے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ ان کی زبان کے لئے عربی رسم الخط ہونا چاہیئے موجودہ حروف تہجی ان پر زبردستی ۱۹۳۹ء میں اسٹالن کے زمانے میں ٹھونسے گئے تھے تاکہ وہ اپنے ثقافتی ورثے سے دور ہو جائیں اور مقامی لوگوں سے ان میں کوئی فرق باقی نہ رہے اب تاشقند میں عربی زبان کے بھی تعلیمی ادارے ہیں جو خوب فروغ پا رہے ہیں۔ تاشقند کے پانچ عربی زبان میں مڈل اسکول طالب علموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ تاشقند کے ۲۲ نمبر کے مڈل اسکول میں اس وقت ۲۲۰۰ طالب علم ہیں جو دوسری سے گیارہویں جماعت میں پڑھتے ہیں اس اسکول میں چوبیس کل وقتی اساتذہ ہیں ایک استاد نے بتایا کہ قدیم رسم الخط میں پڑھنا اس لئے بھی اچھا ہے کہ پھر پرانی کتابیں آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔

روسی مسلم رہنماؤں کو یہ امید ہے کہ وہ اسلام سے بڑھتی ہوئی رغبت کا دھارا رواداری کی طرف موڑ سکیں گے تاکہ روسیوں کے اسلام کے خلاف شکوک و شبہات دور ہو جائیں اور مذہبی آزادی کے مضبوط ڈھانچے کے ساتھ ملک کا نظام بھی متاثر نہ ہو۔ لیکن شاید وہ وقت کے خلاف دوڑ رہے ہیں۔ روس میں اسلام اثر انداز ہو رہا ہے اگرچہ روسی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد ۱۹.۲ فیصد ہے اس میں کل آبادی کا نصف اضافہ گزشتہ دس سال میں ہوا ہے دوسری آبادی کے برخلاف وہ پانچ گنا بڑھ رہے ہیں۔

آبادی کے دباؤ روس کی گرتی ہوئی اقتصادی حالت نے ملک کو بہت کمزور بنا دیا ہے۔ بے روزگاری اور روسی یورپ کے پڑھے لکھے نوجوان طبقے میں بے چینی روس کے لئے ایک بڑا مسئلہ ہے گزشتہ ماہ ڈوشانبے میں ناراضگی اور ہیجان کے باعث شہر میں کئی دن تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ آتش زنی اور قتل کی کئی وارداتیں ہوئیں یہ ان لوگوں کے خلاف تھیں جو تاجکستان کے اصل باشندے نہیں ہیں یا ان کا

تعلق اسلام سے نہیں تھا۔ تشدد کے ساتھ ساتھ اس شورش کا قابل ذکر پہلو تحریک کا اسلامی رنگ تھا۔ باغیوں کا مطالبہ تھا کہ اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے اور عربی رسم الخط کو دوبارہ جاری کیا جائے۔ تحریک کے کچھ سرپرستوں نے ان تاجک خواتین کو سرزنش کی جو سر پہ دوپٹہ نہیں لئے ہوئے تھیں۔

تاجکستان میں رہائش پذیر ایک دانشور نے فسادات کا ایک اور بھیانک پہلو پیش کیا اس نے "ٹائمز" کے نمائندہ کو بتایا کہ تشدد اور فسادات جان بوجھ کر ریاست کے ان انتہا پسند نوجوانوں نے کئے تھے جو اس علاقہ کو اسلامی حیثیت دینے کے خواہش مند ہیں اس نے مزید کہا کہ کچھ انتہا پسند عناصر صاف صاف اعلان کر رہے تھے کہ وہ ایک اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ ریاست کے تمام غیر تاجک باشندے اس علاقہ کو چھوڑنے کے لئے بے چین ہیں یہاں تک کہ وہ سب انتہائی خوفزدہ ہیں سات ہزار روسی فوجیوں کی واپسی کے بعد جو تاجکستان میں فسادات کو فرو کرنے کے لئے آئے تھے یہاں کا کیا حال ہوگا۔

اس قسم کے شکوک و شبہات غیر مسلم روسیوں کے دلوں میں گھر کر رہے ہیں کہ ان کا ملک جو دنیا کی سب سے بڑی پانچویں اسلامی ملک ترکی سے ملحق ہے۔ (انڈونیشیا پاکستان، بنگلادیش اور بھارت) اور ترکی درحقیقت اسلامی وضع اختیار کرنے پہ پوری طرح تیار ہے اور تبصرہ نگار بلیسوِ کو اسی کا ڈر ہے۔

روسی مسلمانوں کی اکثریت کے لئے اس قسم کے خدشات درست نہیں ہیں۔ روسی مسلمانوں میں قومیت کا شدید احساس ہے لیکن ان کا تعلق کسی قسم کی کینہ پرور بنیاد پرستی سے نہیں ہے۔ ایک تاجک ڈرائیور کے بقول "جن لوگوں نے لوٹ مار کی اور نقصان پہنچایا وہ بیوقوف تھے۔" اب سوال یہ ہے کہ کیا گورباچوف بھی اس امتیاز کا اعتراف کرے گا اور آئندہ سرکش مسلمانوں کے ساتھ مذہبی معاملات میں پولرائزیشن سے احتراز کرے گا۔

روسیوں کی بد قسمتی کا مظاہرہ دو محاذوں پر ہو رہا ہے۔ ریاستوں کے اندر فرقہ وارانہ عداوت اور ریاستوں کی مرکز سے بڑھتی ہوئی مخالفت یہ حادثات انکے لئے اسی طرح غیر متوقع ہیں جسطرح بہت سے مارکس کے ماننے والوں کے لئے دنیا میں نوآبادیاتی نظام کا شیرازہ بکھرنا تھا۔ انہوں نے قدیم روسی نظام کے پاش پاش ہونے پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا ساتھ ہی ساتھ انہیں یقین تھا کہ ان کی مملکت خطرات سے محفوظ ہے اسے تحفظ حاصل ہے اور اندرونی طور پر مضبوط نظریاتی رشتوں سے بندھی ہوئی ہے۔

روسی اصلاحات کے بانی خود اصلاحات کا مقصد واضح کرنے میں ناکام رہے ہیں، اس کے بجائے وہ قومیت، تصادم اور علیحدگی پسندی کی اصطلاح کا سہارا لیتے ہیں، ان میں اب بھی صحیح الفاظ استعمال کرنے کا حوصلہ نہیں ہے کیونکہ وہ دنیا کی اس آخری پرولتاری سلطنت کے زوال کا نظارہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کے ساتھ اشتراکیت کے نظام کا خاتمہ نظر آرہا

مسلمانوں کی نئی نسل نے لینن ازم کا طلسم توڑ دیا

ہے . . .

سوویت یونین کے آجکل کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ہمیں ماضی پر نظر ڈالنا پڑے گی، دسمبر ۱۹۲۲ء میں لینن مرض الموت میں مبتلا ہوا، مگر بستر مرگ پر بھی اس کا دماغ تیزی سے کام کرتا رہا۔ ۳۰ دسمبر کو روسی کانگریس وہاں کی ریاستوں کی یونین کا ایک خاکہ پیش کرنے والی تھی، اسٹالن اس کوشش میں تھا کہ ریاستیں خود مختار جمہوریہ کی شکل میں روس میں شامل ہو جائیں لیکن لینن کی یہ خواہش تھی کہ سارا علاقہ جس میں روس بھی شامل تھا ایک برابری کے معاہدے پر دستخط کر کے یونین قائم کریں آخر کار اسکے خیالات کو تقویت حاصل ہوئی مگر لینن کے خیالات پھر پلٹا کھاتے ہیں اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ شاید یونین کو جمہوریہ میں زیادہ حقوق حاصل ہوں گے اس نے ایک خط کے ذریعے اس بات پر اظہار افسوس کیا وہ روس کے مزدوروں کے حق خود اختیاری کی صحیح طور پر ترجمانی نہیں کر سکا اسلئے اس نے خواہش کی اگلی روسی کانگریس اس میں ترمیم کر کے اس معاہدہ کو اس طرح تبدیل کر دے کہ یونین کو صرف خارجی اور فوجی معاملات میں آزادی ہوگی۔

جن لوگوں نے متحدہ روس کی داغ بیل ڈالی تھی انہیں یقین تھا کہ اس طرح قومیتوں کا سوال بہتر طور پر حل ہو جائے گا لیکن دراصل وہ ایک بڑا ٹائم بم رکھ رہے تھے جسے اپنے وقت پر خود بخود پھٹ جانا تھا اور اب اس ٹائم بم کے پھٹنے کا وقت قریب آگیا ہے۔

لینن کے مطابق اس کا مقصد عالمی انقلاب میں شدت پیدا کرنا تھا، جبکہ اسٹالن کا مقصد روس میں مکمل اشتراکیت کی تعمیر تھا۔ اس خیالی مقصد کو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا۔ بے لچک سختی اور تشدد اس لئے اس نظام کو ناکام ہونا ہی تھا۔

جس وقت سوویت یونین کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی اس وقت بھی لینن اسکی بھک سے اڑ جانے والی خاصیت سے آگاہ تھا، اسے یہ یقین تھا کہ اگر اسٹالن کے منصوبہ پر عمل کیا گیا اور ریاستوں کے حقوق کو تحفظ نہ دیا گیا تو آخر میں مرکزی حکومت کا حکمراں بری طرح بدنام ہوگا اور اسے ظالم اور جابر کا خطاب دیا جائے گا، لینن ۱۹۲۴ء میں انتقال کر گیا اور اسکے بعد اسٹالن کے دور میں اس کے وسوسے حقیقت کا روپ دھار گئے۔

آج ہمارے سامنے اسٹالن کے دور کا نقشہ ہے سوویت یونین کے زوال کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہاں کے حکمرانوں نے عالمی حقیقتوں کو ٹھیک طرح نہیں سمجھا ہے متحدہ روس ایک ملک ہی نہیں ہے بلکہ یورپی ایشیائی ریاستوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن پر بزور شمشیر قبضہ کیا گیا ہے جس میں مختلف قومیں شامل ہیں، یہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے یہ بات تو شاید نہ ہو کہ سوویت یونین کا کوئی مستقبل ہی نہ ہو تاہم مملکت میں شامل ہر ریاست کی خواہش ہے کہ اسے فرماں روائی کا حق حاصل ہو

باقی ص ۲۰ پر

# باغی کمیونسٹ جنرل کی حمایت

## حکمت یار کی نئی حکمت عملی

حکمت یار ـــــ نئی حکمت عملی

ناکام جرنل ـــــ تنائی

نجیب ـــــ انتظامیہ قابو میں ہے

یہ بات تو اب واضح ہو چکی ہے کہ افغانستان میں جنرل شاہنواز تنائی کی بغاوت ناکام ہو گئی اور مجاہدین اس موقع سے صحیح فائدہ اٹھانے میں کامیاب نہ ہو سکے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ کابل میں ڈاکٹر نجیب کی حکومت ایک کمزور حکومت ہے جسے خود اسکی اپنی انتظامیہ کے لوگوں کی مکمل حمایت حاصل نہیں اور وزیراعظم کے پیش کردہ وسیع البنیاد حکومت کے فارمولے کی ضرورت اب پہلے سے زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔

ایسے مرحلہ پر جب کشمیر کی جنگ آزادی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور حکومت پاکستان کی پوری توجہ کشمیر کے مسئلہ پر مرکوز ہے افغانستان میں حالیہ بغاوت سے پیدا شدہ گمبھیر صورت حال پاکستان کی توجہ کو کشمیر سے کم کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ وزیراعظم بینظیر بھٹو نے ۱۱ مارچ کو کشمیر کے مسئلہ پر قومی یکجہتی اور متفقہ موقف اختیار کرنے کے لئے ایک کانفرنس کا انعقاد کا فیصلہ کیا تاکہ قومی راہنماؤں کی حمایت حاصل کر کے وہ کشمیر پر کوئی ٹھوس اور مضبوط قدم اٹھا سکیں مگر ایسا لگتا ہے کہ افغانستان کی صورت حال کو جان بوجھ کر گمبھیر کر کے کشمیر پر پاکستان کو کوئی فیصلہ کن اقدام لینے سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امریکہ نے کافی تاخیر کے بعد کابل میں ایک وسیع البنیاد

حکومت کے قیام کے سلسلے میں ایک پلان پیش کیا جس کے تحت ڈاکٹر نجیب بدستور اس وقت تک افغانستان کے صدر رہیں گے جب تک کہ افغانستان میں قیام امن کا منصوبہ کامیاب نہیں ہو جاتا اور اسکے نتیجہ میں کابل میں ایک وسیع البنیاد حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔ اس پلان کو سوویت حکومت نے فوری طور پر مسترد کر دیا تھا، مگر حال ہی میں اس قسم کے اشارے روسی حکومت کی جانب سے ملے ہیں کہ اگر مجوزہ پلان میں کچھ تبدیلیاں کر دی جائیں تو یہ پلان سوویت یونین کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے خود ڈاکٹر نجیب نے ایک پریس کانفرنس میں اس بات کا اشارہ دیا تھا کہ وہ مناسب وقت پر افغانستان میں قیام امن کی خاطر مستعفی ہو جائیں گے قیام امن کے اس منصوبہ کے بارے پاکستان اپنا ایک اصولی موقف رکھتا ہے اور وہ وسیع البنیاد حکومت کو صحیح معنوں میں افغان عوام کی ایک نمائندہ حکومت دیکھنا چاہتے ہیں جسے افغانیوں کے ہر طبقہ کی حمایت حاصل ہو اس سلسلے میں افغان مجاہدین کے انتہا پسند گروہوں کو بھی رام کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ مگر ناکام بغاوت نے افغانستان میں قیام امن کے منصوبہ کو سخت دھچکے میں ڈال دیا کیونکہ ڈاکٹر نجیب اللہ جو افغان مجاہدین کے لئے کسی طور بھی قابل قبول نہیں تھے اور افغانستان میں

قیام امن اور وسیع البنیاد حکومت کی تشکیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھے جاتے تھے اب پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر اپنی گدی پر جم جائیں گے معتبر اطلاعات کے مطابق بھارت اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ ڈاکٹر نجیب اللہ ہر حال میں کابل انتظامیہ کے سربراہ بنے رہیں بھارت کسی صورت بھی افغان مجاہدین کو افغانستان میں کامیاب ہوتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا یہی وجہ ہے کہ وہ نجیب انتظامیہ کی ہر طرح سے مدد کر رہا ہے۔

امریکی حکومت اور کانگریس افغانستان کے مسئلہ پر اختلاف رائے کا شکار ہو گئی ہے۔ حال ہی میں کانگریس کی کمیٹی نے امریکی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب افغان مجاہدین کی مدد کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اس کے جواب میں نائب وزیر خارجہ جان کیلی نے کمیٹی کو یقین دلاتے ہوئے پیش گوئی کی کہ اس سال میں مجاہدین کامیابی حاصل کر لیں گے۔ اور ان کی کامیابی کی راہ میں حائل نجیب کو خود روسی اقتدار سے ہٹا دیں گے انہوں نے کہا کہ مستقبل میں مذاکرات کابل انتظامیہ اور مجاہدین کے رہنماؤں کے درمیان ہونے چاہئیں ہم چاہتے ہیں کہ سیاسی تصفیہ کے لئے پہلے مرحلے پر مجاہدین کی نمائندہ اور موثر قیادت سامنے آئے اور اس ضمن میں انہوں نے عبوری افغان حکومت کی جانب سے شوریٰ کا اجلاس طلب کرنے کا بھی حوالہ دیا، اور توقع ظاہر کی کہ ان مذاکرات کے نتیجہ میں ایسی قیادت ابھرے گی جسے سیاسی حیثیت

کے لیفٹیننٹ حاصل ہو دوسرے مرحلے میں کہ قیادت اور کابل انتظامیہ کے درمیان مذاکرات ہوں اور آخری مرحلے میں حق خود ارادیت کے ذریعے نمائندہ حکومت قائم کی جائے، روس سے ہم اسی مرحلے وار منصوبے پر مذاکرات کر رہے ہیں

حالیہ بغاوت شاید اسی منصوبے کے تحت نجیب کو راستے سے ہٹانے کی ایک کوشش ہو یا پھر افغانستان میں برسر اقتدار انتظامیہ کے دو دھڑوں کی باہمی چپقلش جو اقتدار کی جنگ میں بدل گئی۔

بغاوت کی ناکامی کے بعد جنرل تنائی نے اپنے ایک خفیہ پیغام میں اپنے حامیوں سے کہا کہ وہ مجاہدین کے کمانڈروں سے رابطہ قائم کریں اور نجیب حکومت کے خلاف اپنی کارروائیاں اور تیز کر دیں انہوں نے اس ریکارڈ شدہ پیغام میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ افغانستان میں ہی اور بغاوت کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اس نشریہ میں انہوں نے کہا کہ وہ مجاہدین کے شانہ بشانہ سرکاری فوجوں سے برسر پیکار ہیں، یہ نشریات ایک موبائل کمانڈنگ بیس سے نشر کی گئیں، جن میں جنرل تنائی نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ نجیب کی قابل نفرت انتظامیہ کو ختم کرنے کے لئے آخری دم تک لڑتے رہیں گے پشاور میں جن اخباری نمائندوں نے تنائی کی یہ تقریر سنی ان کا کہنا ہے کہ یہ نشریہ صاف سنائی دے رہا تھا بغاوت کے بعد ان کا دوسرا ریکارڈ شدہ نشریہ تھا بظاہر بغاوت ناکام ہو چکی ہے مگر صورت حال پوری طرح واضح نہیں ہے مجاہدین اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لئے خود کو پورے افغانستان میں منظم کر رہے ہیں لیکن یہ بات ابھی تک واضح طور پر معلوم نہ ہو سکی کہ کیا کچھ باغی افسر اپنی چھاؤنیوں میں ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔

دریں اثناء کابل ریڈیو کے اعلان کے مطابق جنرل شریف بغاوت کو ناکام بنانے کی کوشش میں ہلاک ہو چکے حالیہ بغاوت میں باغی فوجی ڈاکٹر نجیب اللہ کے کتنے قریب آ گئے تھے اس کا اندازہ صدارتی محل اور وزارت دفاع کی عمارت کے نقصان سے ہوتا ہے جن پر بموں اور راکٹوں سے بھرپور حملے کئے گئے بمباری کے وقت نجیب اللہ اپنے دفتر میں موجود تھے ابھی ان کی زندگی باقی تھی اس لئے وہ اس حملے میں بچ گئے کیونکہ ایک بم صرف ان سے پانچ میٹر کے فاصلے پر گرا تھا بموں کے گرنے سے نجیب اللہ کے دفتر کی عمارت کے اردگرد گہرے گڑھے بن گئے ہیں صدارتی محل کی دیواریں ہل گئی ہیں اب ان کے قریب کھڑا ہونا بھی خطرناک ہے وزارت دفاع کی عمارت کو جو باغیوں کا گڑھ تھی بری طرح سے نقصان پہنچا ہے کیونکہ اس پر قبضہ کرنے سے پیشتر نجیب اللہ کی حامی فوجوں نے زبردست بمباری کی تھی ان فوجوں کی بمباری سے شہری آبادی کو بھی نقصان پہنچا اور ایک بم کابل کے بازار میں واقع جامع مسجد کے بالکل قریب گرا اس بم سے مسجد کے احاطے کا ایک حصہ اور بہت سے مکانات تباہ ہو گئے، حملوں اور جوابی حملوں کے دوران ہلاک ہونے والوں کی صحیح تعداد کو کابل انتظامیہ چھپا رہی ہے کیونکہ نجیب کی حامی فوج کی جوابی کارروائیوں کے نتیجہ میں فوجیوں کے علاوہ شہری بھی بڑی تعداد میں ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں تاہم شہریوں کی ہلاکت کی تعداد کابل انتظامیہ نے بتائی وہ ۹۵ ہے جبکہ ہلاک شدہ فوجیوں کی تعداد کو اب بھی صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر نجیب اللہ نے بغاوت کی ناکامی کے بعد اپنی پارٹی کی تطہیر شروع کر دی ہے پانچ اراکین کو جو حکمران پارٹی کے پولٹ بیورو کے رکن تھے پارٹی سے خارج کر دیا

**ایسا لگتا ہے کہ افغانستان کی صورت حال کو اچانک برانگیختہ کر کے کشمیر پر پاکستان کو کوئی فیصلہ کن اقدام لینے سے روکنے کی کوشش کی گئی۔**

# وسیع البنیاد حکومت کی ضرورت اب پہلے سے زیادہ محسوس کی جا رہی ہے

گیا۔ ان میں بغاوت کے سرغنہ جنرل شاہنواز تنائی،
ماسکو میں متعین افغان سفیر سید محمد گلاب زئی، سابق وزیر
دفاع نذر محمد، حکمران جماعت پی ڈی پی اے کے مرکزی
کمیٹی کے سیکرٹری نیاز محمد مومند اور براڈ کاسٹنگ کے
سربراہ میر صاحب کروال شامل ہیں۔ ان تمام لوگوں
کا خلق گروپ سے تعلق ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق
ڈاکٹر نجیب اللہ نے ایک ٹریبونل قائم کیا ہے جو باغیوں
پر فوری طور سے مقدمہ چلا کر انہیں سزائیں دے گا۔ خود
کابل میں اب تک دو ہزار افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔

امریکہ افغان مجاہدین میں بقول جان کیلی جس موثر
قیادت کو آگے لانا چاہتا ہے وہ گلبدین حکمت یار کی حزب
اسلامی کا گروپ ہے۔ یہ گروپ امریکہ کے زیادہ قریب ہے
اور مجاہدین میں نفاق کا ذمہ دار ہے۔ سات اتحادی تنظیموں
اس گروپ نے افغان مجاہدین کے ایک گروہ جمعیت اسلامی
(جس کی قیادت احمد شاہ مسعود کرتے ہیں) کے کئی
درجن مجاہدین کو ہلاک کر دیا تھا۔ حزب اسلامی کے سربراہ
انجینئر گلبدین حکمت یار نے اعتراف کیا ہے کہ نجیب
کے خلاف حالیہ بغاوت پہلے سے تیار نہ ہو سکی انہوں
نے کہا کہ جنرل شاہنواز تنائی نے اپنا ہیڈ کوارٹر وزارت
دفاع سے بگرام کے ہوائی اڈے پر منتقل کیا تھا مگر
وہاں بھی وہ اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکے اور اب وہ کابل کے
اطراف میں اپنا ایک مستحکم مرکز بنا کر جنگ کو جاری رکھے
ہوئے ہیں۔ بگرام ائیر پورٹ پر روسی فضائیہ کی بمباری
کے نتیجے میں یہ ائیرپورٹ دوبارہ نجیب کی حامی فوجوں
کے قبضہ میں جا چکا ہے۔

امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر نے روسی حکومت کو
افغانستان میں قیام امن کے سلسلے میں جو مذکورہ پلان
دیا ہے اس پر گفتگو کرنے کے لیے پاکستان کے سیکرٹری
خارجہ ۲۱ مارچ کو ماسکو جا رہے ہیں۔ افغانستان کے
موجودہ سیاسی حالات کے تناظر میں وہ روسی رہنماؤں
سے اس مسئلہ پر بات چیت کریں گے۔

امریکہ، روس اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان
مسئلہ افغانستان پر جو نیا مسلسل مذاکرات شروع ہوا ہے
اسکی وجہ سے افغان مجاہدین کو ایک نئے چیلنج کا سامنا
ہے۔ وہ اس چیلنج کو کس طرح رسپونس
[illegible]

بتایا گیا ہے۔ حالیہ ناکام بغاوت کا ایک فائدہ یہ ضرور
ہوا ہے کہ قیام امن کی کوششوں پر جو جمود طاری ہو
گیا تھا وہ ٹوٹ گیا ہے۔ مجاہدین اور کابل انتظامیہ کے
ایک دوسرے کے مابین تعلق پیدا ہو گیا۔ حالانکہ یہ
وہی جنرل شاہنواز تنائی ہیں جن کے متعلق مشہور تھا
کہ یہ ڈاکٹر نجیب اللہ سے زیادہ سخت گیر ہیں
ہیں ماضی میں جنرل تنائی کے حملوں نے مجاہدین کو
بہت نقصان بھی پہنچایا تھا۔ لیکن جب انہوں
نے اپنی بغاوت کو ناکام ہوتے دیکھا تو مجاہدین سے آملے
اور دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے کے مصداق پر
عمل کرتے ہوئے حکمت یار نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا
اور یہ اتحاد جو کچھ عرصہ پہلے ناقابل تصور تھا اب ممکن
ہو گیا۔ اس اتحاد نے نجیب کے لئے سخت مشکلات
پیدا کر دی ہیں جس کا احساس نجیب کے علاوہ سوویت
یونین کو بھی لازمی ہو گا۔ اب وہ افغانستان میں
قیام امن کے منصوبہ پر شاید زیادہ مراعات دینے
پر تیار ہو جائے۔

ڈاکٹر نجیب اللہ نے جنرل شاہنواز تنائی پر الزام
لگایا ہے کہ انہوں نے انتہا پسند رہنما گلبدین حکمت یار
سے مل کر بغاوت کا منصوبہ بنایا۔ گلبدین حکمت یار نے بھی
بغاوت کا کریڈٹ حاصل کرنے کے لئے ایسی باتیں کہی
ہیں جن سے نجیب کے الزام کو تقویت ملتی ہے
لیکن زیادہ تر سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ نجیب نے
روسیوں پر اپنی وفاداری کا احساس جتلانے کے لئے

> **گلبدین حکمت یار نے نجیب سے**
> **زیادہ سخت کمیونسٹ باغی**
> **جنرل تنائی کی حمایت کر کے**
> **مجاہدین کے اصولی موقف**
> **سے انحراف کیا ہے**

یہ الزام لگایا ہے۔ جبکہ حکمت یار نے امریکہ اور مغرب
کا منظور نظر بننے کے لیے اس اقدام کو اپنے سر لیا ہے تاکہ وہ
یہ بتا سکیں کہ وہ مجاہدین کے ایسے لیڈر ہیں جن کا ہاتھ
کابل کے حکمرانوں کی اندرونی صفوں تک ہے۔

پچھلے سال دسمبر کے مہینے میں بھی ڈاکٹر نجیب اللہ کے
خلاف بغاوت ہوئی تھی جس کے بعد جن میں فوجی
افسروں کو اس بغاوت میں ملوث ہونے کے جرم میں
گرفتار کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی کابل انتظامیہ نے یہ
الزام لگایا تھا کہ ان فوجی افسروں کا ساز باز حزب
اسلامی کے گلبدین حکمت یار سے ہے کابل انتظامیہ
نے اب پھر یہ الزام لگایا ہے کہ حالیہ بغاوت میں بھی
گلبدین حکمت یار کا ہاتھ ہے اور انہوں نے بغاوت
کو شہ دے کر افغانستان میں قومی مصالحت اور قیام
امن کی کوششوں کو سبوتاژ کیا ہے۔

گلبدین حکمت یار نے جس طرح کابل کے باغیوں کی
حمایت کی ہے اس سے مجاہدین کے مختلف گروپوں کے
درمیان پائے جانے والے اختلافات اور واضح ہو کر
سامنے آئے ہیں۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ
ملک کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ان کے
درمیان ابھی تک کوئی مشترکہ لائحہ عمل مرتب نہیں
ہو سکا۔ بغاوت کی خبر ملتے ہی حکمت یار نے مجاہدین
کے دوسرے محاذوں سے مشورے کے بغیر اعلان کر دیا کہ
ہم باغیوں کے ساتھ ہیں جبکہ دوسری جانب افغان
حکومت کے سربراہ صبغت اللہ مجددی کا کہنا تھا کہ
ہمیں "دیکھو اور انتظار کرو" کی پالیسی اختیار کرنا
چاہئے۔ مجددی کا موقف تھا کہ یہ دو اشتراکی
دھڑوں کے درمیان اقتدار کی جنگ ہے اور
ہمیں معلوم نہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اعتدال
پسند افغان مجاہدین کے لیڈروں کی سوچ
کا عکس تھے ہونا یہ تھا کہ تمام مجاہدین رہنماؤں کا
یہ موقف تھا کہ انہیں کمیونسٹوں کے ساتھ کسی صورت
میں بھی اشتراک عمل نہیں کرنا ہے۔ لیکن حکمت یار نے
ایک باغی کمیونسٹ گروپ سے اتحاد کر کے مجاہدین
کے اختلافات کی خلیج کو اور وسیع کر دیا۔

افغان عبوری حکومت کے وزیر خارجہ مولوی

باقی صفحہ ۴۳ پر

# جمعیت علماء پاکستان میں

# انتشار کا ذمہ دار کون؟

جمعیت علمائے پاکستان (پنجاب) کے جنرل سیکرٹری میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم ایچ انصاری کی نمائندہ احوال سے گفتگو۔

س: جناب جنرل انصاری صاحب، مولانا عبدالستار خان نیازی نے اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں فرمایا ہے کہ مولانا عبدالغفور الوری کی انتخاب سے دستبرداری کا فیصلہ متفقہ تھا مگر ایم ایچ انصاری نے مرکزی دفتر میں اپنے کارکن جمع کرکے دوبارہ فرنٹ ... کا ڈھونگ رچا کر مجھے اور پیر برکات احمد شاہ کو بدنام کرنے کی ایک مہم شروع کی اور اخبارات میں یہ اعلان شائع کرایا گیا کہ ہمیں نہ صرف پارٹی سے نکلوا یا جائے گا بلکہ مرکزی دفتر میں بھی داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ج:۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے بارے میں کوئی ایسی آرا کا اظہار کروں لیکن جو باتیں انہوں نے اپنے انٹرویو میں میرے بارے میں کہی ہیں انہیں دیکھتے ہوئے مجھ پر لازم آتا ہے کہ حقیقت حال سے سب کو آگاہ کردوں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ کسی عالم دین میں سب سے واضح جو خوبی ہوگی وہ یہ ہوگی کہ وہ غلط بیانی سے کبھی کام نہ لے گا۔ جو شخص غلط بیانی سے کام لے میں اسے دین اسلام کا عالم ماننے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی میں اسے کوئی اعلیٰ مقام دینے کے لئے تیار ہوں۔ قومی اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی گروپ میں جو انتشار پیدا ہوا اس کی ذمہ داری کلیتاً مولانا عبدالستار نیازی پر ہے جنہیں جمعیت نے پاکستان عوامی اتحاد کا پارلیمانی لیڈر مقرر کیا تھا۔ ڈاکٹر شیر افگن نے جونیجو کی حکومت میں جاکر

> مجھ پر الزامات عائد کرتے ہوئے انھوں نے جان بوجھ کر حقائق سے چشم پوشی کی

وزارت قبول کی ہے اس میں جہاں ان کی ذاتی سوچ کا عمل دخل ہے وہاں اس میں مولانا عبدالستار نیازی کے رویہ کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ مولانا محترم میں غرور و تکبر اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مروت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا جانتے ہی نہیں۔ وہ خوشامدیوں اور منہ پہ تعریف کرنے والوں سے خوش ہوتے ہیں جو ان کے سامنے مخالفین کے بارے میں خوب زہر اگلے مگر ایسے شخص سے بھی اگر کبھی ذرا سی چوک ہوجائے تو وہ فوراً راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے۔

س: کیا ڈاکٹر شیر افگن سے مولانا نیازی کی شروع دن سے ہی نہیں بنتی تھی؟

ج:۔ جی ہاں! اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر شیر افگن ایک صاف گو مگر سخت مزاج انسان ہیں ان کی بات یا ان کی سوچ کسی مسلمہ اصول پر مبنی ہو یا نہ ہو وہ اپنی بات برملا کہہ دیتے ہیں خوشامد وہ نہیں کرتے مولانا محترم کے بعض رازوں سے بھی واقف ہیں اور اسمبلی میں برابر کے رتبہ

پر پہنچنے کے بعد وہ مولانا کی کسی بھی ترش روی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے لہٰذا جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی گروپ کے ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے میں اس رویہ کا بھی دخل ہے ان دونوں حضرات کی چپقلش اکثر و بیشتر اسمبلی کے دوران دیکھنے میں آئی ہے اسمبلی میں کہیں کی بات ہو مولانا محترم اپنے ارشادات کے دوران ڈاکٹر شیر افگن پر تنقید ضرور کرتے ہیں اور اس کا جواب ڈاکٹر شیر افگن بھی ضرور دیتے ہیں دونوں حضرات ایک ہی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں ماضی میں ایک دوسرے پر احسانات کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں اور الزامات بھی دھرتے ہیں۔

س :۔ قومی اسمبلی میں پاکستان عوامی اتحاد کے حوالہ سے مولانا نیازی کی کارکردگی کیسی ہے ؟

ج :۔ ایک نہیں متعدد بار میں نے مولانا محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ از راہ کرم پارلیمانی گروپ کے اراکین کو اپنے زیر سایہ رکھنے کے لئے ...... وقتاً فوقتاً بلاتے رہیں تاکہ ہمارے اندر ہم آہنگی قائم رہے۔ ایک مرتبہ میں نے خصوصی طور پر ڈاکٹر ذوالفقار علی برق سے بات کرنے کے لئے کہا اگلے روز مولانا نے اسمبلی میں فرمایا کہ ان کی گفتگو ڈاکٹر برق سے ہوئی اور ڈاکٹر برق نے ان سے کہا کہ "آپ میری فکر نہ کریں انصاری کی فکر کیجئے" اس واقعہ کے چند روز بعد جب ڈاکٹر برق اسمبلی میں تشریف لائے تو میں نے ان سے گلہ کیا کہ انہوں نے ایسی بات میرے متعلق مولانا نیازی صاحب سے کیوں کہی اس پر وہ فوراً مجھے مولانا نیازی کے پاس لے گئے ساتھ والی کرسی پر وہ خود بیٹھے میں ان دونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا ڈاکٹر برق مولانا محترم سے سلام دعا کے بعد یوں گویا ہوئے۔ "مولانا میں نے کب ...... " یہ سوال کرنے کے بعد ڈاکٹر برق اس کرسی پر ڈیڑھ دو منٹ بیٹھے رہے مولانا پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور جب وہ کچھ جواب نہ دے سکے تو ڈاکٹر برق اپنی نشست پر چلے گئے اور میں اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گیا کوئی پانچ سات منٹ کے بعد مولانا نے اپنا رخ میری کرسی کی طرف کر کے فرمایا "یہ جھوٹ بولتا ہے" ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کی تفصیل میں، اس وقت، میں جانا نہیں چاہتا، بہر صورت مجھے یہ دکھ ضرور ہوا ہے کہ مولانا محترم بھالئے ہٹ کر گفتگو کرنے سے گریز نہیں فرماتے۔

س :۔ مولانا نیازی نے آپ پر ایک یہ الزام بھی لگایا ہے کہ آپ نے متحدہ حزب اختلاف کے فیصلوں کے خلاف مختلف کمیٹیوں میں شمولیت اختیار کی اور بیرونی دورہ بھی کیا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں ؟

ج :۔ جی ہاں، مولانا نے مجھ پر اس قسم کے الزامات عائد کئے ہیں مگر انہوں نے جان بوجھ کر حقائق سے چشم پوشی کی ہے اور محض بیان بازی کے شوق اس قسم کی الزام تراشی کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے ڈیفنس کمیٹی کے میٹنگ میں دو مرتبہ شرکت کی۔ مگر مولانا بھول گئے کہ رائے احمد نواز اور ملک نعیم احمد ممبران قومی اسمبلی نے بھی ان میٹنگوں میں شرکت کی ہے۔ جن کا تعلق آئی جے آئی سے ہے اس کے علاوہ عمر حیات لالیکا جن کا تعلق جماعت اسلامی اور اب آئی جے آئی سے ہے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے ہمراہ تھائی لینڈ کا دورہ کر چکے ہیں کیا مولانا نیازی کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ حافظ حسین احمد (جے یو آئی) اور عمر حیات لالیکا (جماعت اسلامی) بھی اس پارلیمانی وفد میں شامل تھے جو جاپان گیا تھا اور جس کا تذکرہ انہوں نے میرے بیرونی دورہ کے حوالے کیا ہے۔

س :۔ "ورکرز فرنٹ" کا کیا سلسلہ ہے ؟ جس کا ذکر مولانا نیازی نے اپنے انٹرویو میں کیا ہے

ج :۔ مولانا نیازی نے مجھ پر یہ ایک اور الزام لگایا ہے کہ عبدالغفور الوری کے دستبردار ہونے کے بعد میں نے مرکزی دفتر میں کارکن جمع کر لئے اور انہیں اور پیر برکات احمد کو بدنام کرنے کے لئے ایک مہم چلا دی میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ورکرز کے احتجاج میں میرا کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہیں تھا بلکہ یہ ورکروں اور پریس کانفرنس منعقد کرنے والے بعض عہدیداران کا اپنا فیصلہ تھا۔ مولانا کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ لوگ میرے ورکرز نہیں تھے بلکہ یہ وہ حضرات تھے جو ان کا ہاتھ چوما کرتے تھے اب یہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے کیوں علم بغاوت بلند کیا چونکہ مولانا محترم طبعی طور پر سازشوں میں شریک ہوتے رہے ہیں لہٰذا انہیں ہر دوسرا شخص سازش کرتا ہوا نظر آتا ہے کبھی وہ میری وزارت قبول کرنے کی خبر دیتے ہیں اور کبھی پی پی کی طرف جھکاؤ کا مجھ پر الزام لگاتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج تک نہ تو مرکزی حکومت نے کبھی مجھے وزارت کی پیش کش کی اور نہ میں نے کبھی اس کی خواہش ظاہر کی ہے اس ضمن میں وہ اکثر اوقات پی پی کی طرف سے انہیں صدارت کے عہدہ کی پیش کش کا ذکر فرماتے رہتے ہیں جبکہ اس پیش کش میں کوئی حقیقت نہیں پیپلز پارٹی نے انہیں کبھی صدارت کے عہدہ کی پیش کش نہیں کی یہ تو جے یو پی کے کسی عہدیدار نے ایک لطیف ڈرامہ کھیلا تھا جب ایک مرکزی عہدیدار نے ازراہ تفنن ان سے یہ کہا کہ مولانا پی پی آپ کو صدر مملکت کا عہدہ پیش کرنا چاہتی ہے تو مولانا نے فوراً فرمایا کہ اس طرف تو میرا کبھی دھیان بھی نہیں گیا تھا۔ اس پر غور کیا جا سکتا ہے ۔ تم اس بات کو آگے بڑھاؤ۔ اگر مولانا محترم کو اس بات پر اعتراض ہو تو میں ان حضرات کے نام بھی ظاہر کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ کسی پریس کانفرنس میں وہ اور میں ایک ساتھ موجود ہوں۔ ●●

نمائندہ احوال اسلام آباد

# محترمہ! آپ کی حکومت پاکستان کی تاریخ کی کمزور ترین حکومت ہے

وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو نے کہا ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں اٹھانے کا حق رکھتا ہے انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہم شملہ سمجھوتے کو تسلیم کرتے ہیں ہم اس مسئلہ پر بھارت سے مذاکرات کے لئے تیار ہیں، لیکن اپنے اصولی موقف سے دستبردار نہیں ہوں گے وہ اتوار کو اسلام آباد میں ان سیاسی رہنماؤں کو مسئلہ کشمیر پر بریفنگ کر رہی تھیں جن کی پارلیمنٹ میں نمائندگی نہیں، بریفنگ میں مولانا شاہ احمد نورانی، ایئر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان، سردار شیر باز خان مزاری جناب شعیب علی خان، جناب ساجد نقوی، بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) سید شیر علی، پروفیسر طاہر القادری، جناب لطیف آفریدی، جناب بزن بزنجو، جناب محمود خان اچکزئی، جناب ڈاکٹر عبدالحئی، ملک غلام سرور اعوان، جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، عبدالقدیر خاموش صاحب، جناب رسول بخش پلیجو، عابد حسن منٹو صاحب اور جناب ملک قاسم صاحب نے شرکت کی آٹھ گھنٹے جاری رہنے والا یہ اجلاس صبح دس بجے شروع ہوا اور شام ساڑھے چھ بجے تک جاری رہا، ظہر اور عصر کی نماز کے لئے پندرہ پندرہ منٹ کے دو وقفے ہوئے۔

بریفنگ شروع ہونے سے قبل محترمہ بینظیر بھٹو کی خواہش کے مطابق مولانا شاہ احمد نورانی نے ریٹائرڈ جنرل ایچ ایم ایچ انصاری قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد کے ساتھ ملاقات کی، ملاقات تقریباً ۳۰ منٹ جاری رہی یہ ملاقات بریفنگ کے منعقدہ ہال کے قریب ہی ایک علیحدہ کمرے میں ہوئی مولانا شاہ احمد نورانی جب حافظ محمد حسین انصاری کے ساتھ ملاقاتی کمرے میں پہنچے تو بینظیر بھٹو نے بڑے پرتپاک طریقے سے انکا استقبال کیا اور یوں مخاطب ہوئیں۔

بےنظیر، مولانا صاحب السلام علیکم! آپ خیریت سے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: وعلیکم السلام، اللہ کے کرم سے میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ بھی خیریت سے ہیں؟

بےنظیر: جی ہاں! مولانا صاحب میں آپ کے بیانات پڑھتی رہتی ہوں، میں بہت متاثر ہوں کہ آپ نے جمہوریت کی بقاء اور اس کے فروغ کے لیے بڑی جرأت مندی اور ہمت کے ساتھ مارشل لاء کے دور میں بھی اور اب بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں آپ نے بھی جمہوریت کے لئے بہت جدوجہد کی ہے ہم نے بھی جمہوریت کیلئے بڑی قربانیاں دی ہیں مارشل لاء کے دور میں ہماری جماعت میں توڑ پھوڑ کی گئی اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا اب اسکو آپ نے اغواء کر لیا ہے۔

بےنظیر: مولانا صاحب کس کی بات کر رہے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی، ڈاکٹر شیر افگن کی۔

بےنظیر: مولانا صاحب وہ تو ہم نے آپ سے ادھار لیا ہے آپ کے لوگ ذہین ہیں ہم نے ان سے فائدہ حاصل کیا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی آپ کو اگر ادھار لینا تھا تو ہم سے پوچھتیں پارٹی کا صدر میں ہوں جب ادھار لیا جاتا ہے تو پوچھ کر لیا جاتا ہے، مولانا نورانی نے مسکراتے ہوئے کہا، آپ نے تو اغواء کر لیا اور اس لئے ہمکو ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف ریفرنس کرنا پڑا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہمارے کارکنوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے، مارشل لاء ہی کے دور میں لسانی تنظیموں کو فروغ دیا گیا۔ پاکستان کی قومی وحدت کو پارہ پارہ کیا گیا، مسلم قومیت پر ضرب کاری لگائی گئی، قومی جماعتوں کو کمزور کیا گیا لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ آپ نے بھی لسانی اور علاقائی تنظیموں کو اپنا حلیف بنا لیا ان تنظیموں نے الیکشن سے پہلے دہشت گردی پھیلائی، عوام میں خوف و ہراس پھیلایا سیاسی جماعتوں کے جلسے درہم برہم کئے، مسعود آباد میں ہمارا کارکن ثناء اللہ شہید ہوا لیکن اس وقت نگران (CARE TAKER) حکومت تھی۔ مجرم گرفتار نہ ہوئے جمہوری حکومت کے بعد وہ آپ کے حلیف ہو گئے اور اسطرح ان کے

تمام جرائم کو پشت پناہی اور تحفظ حاصل ہو گیا۔ لیکن اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ مارشل لاء دور میں تو ہم جلسہ جلوس کر لیتے تھے لیکن جب سے جمہوری حکومت آگئی ہے، جب سے آپ اقتدار میں آئی ہیں ہم جلسہ بھی نہیں کر سکتے، جس جمہوریت کے لئے آپ نے اور ہم نے مل کر اتنی قربانیاں دی تھیں اس کا صلہ یہ ملا ہے کہ مجرم اور دہشت گرد دندناتے پھر رہے ہیں اور قانون حرکت میں نہیں آتا، دہشت گردوں پر کوئی گرفت نہیں ہوتی، ۲۷ رمضان المبارک کے مقدس دن ہمارے جلسہ پر عین افطار کے وقت چاروں طرف سے کلاشنکوف سے یلغار کی گئی، حملہ ہوا گھروں پر چڑھ کر دہشت گرد گولیاں برساتے رہے ہم نے مسجد میں پناہ لی اور آج بھی جامع مسجد غوثیہ پر گولیوں کے نشانات ہیں لیکن آج تک ان دہشت گردوں کیخلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

بے نظیر: مولانا صاحب ہم نے تو وزیر اعلیٰ سندھ سے کہا تھا کہ وہ آپ سے ملاقات کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ اس وزیر اعلیٰ کی بات کرتی ہیں جس کو خود تحفظ حاصل نہیں، جس کو دہشت گردوں نے شاہ فیصل کالونی میں جلسہ کرنے نہیں دیا تھا ویسے بیگم صاحبہ آپ کے گرد وہ لوگ ہیں جو آپ کو صحیح صورتحال بتلانے سے قاصر رہتے ہیں آپ کتنا ہی جمہوریت کا ڈھنڈورا کیوں نہ پیٹیں لیکن جس جمہوریت میں دہشت گردوں کا راج ہو اس جمہوریت کا پھلنا پھولنا محال ہو گا مثال کے طور پر آپ نے کشمیر کی بریفنگ کے سلسلے میں پی پی آئی کے ملک غلام سرور اعوان کو دعوت دی ہے جو ایک لسانی تنظیم کے سربراہ ہیں آپ کو تو پھر سندھ ایم کیو ایم کو بھی دعوت دینی چاہیئے، ہم سرور اعوان کے اجلاس میں بلانے پر احتجاج کرتے ہیں لیکن کشمیر کا مسئلہ چونکہ قومی اہمیت کا حامل ہے اس لئے واک آؤٹ نہیں کرتے بادل نخواستہ شرکت کر رہے ہیں دراصل جس نے بھی آپ کو مشورہ دیا ہے، غلط دیا ہے۔

بے نظیر: جی مولانا صاحب . . . .

مولانا شاہ احمد نورانی: تو بیگم صاحبہ میں نے آپ سے عرض کر دیا تھا کہ جمہوریت پامال ہو رہی ہے سیاست پر دہشت گردی کی چھاپ لگ گئی ہے کراچی اور حیدرآباد اور اندرون سندھ کے عوام کو تحفظ چاہئے خود آپ بھی بیگم [illegible] لوگوں کو تحفظ چاہئے [illegible] نہیں نکل سکتے۔ [illegible]

کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، سندھ میں آپکی جماعت اور ایک لسانی تنظیم میں براہ راست معرکہ آرائی جاری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے تعلق رکھنے والے افراد بھی دہشت گردوں میں شامل ہو گئے ہیں اسی لئے کارروائی اور جوابی کارروائیوں سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں۔ کراچی اور حیدرآباد کے عوام اب تنگ آچکے ہیں، امن چاہتے ہیں، سکون چاہتے ہیں روز آنہ کے فسادات نے ان کے روزگار کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے، کوئی راہگیر بھی محفوظ نہیں، اب کراچی اور حیدرآباد کے عوام زندگی کی بھیک مانگتے ہیں، بنکوں میں دن دھاڑے ڈاکے پڑتے ہیں، لوگوں کے مکان لوٹ لئے جاتے ہیں، شاہ فیصل کالونی کراچی کا ایک جانثار کارکن جس کا تعلق آپ ہی کی پارٹی سے ہے، جس نے مارشل لاء دور میں صعوبتیں اٹھائیں، جس کا پیشہ وکالت ہے، جس کا نام شکیل احمد قریشی ہے، دہشت گردوں نے تین گھنٹے ان کے گھر پر

**ہم سرور اعوان کو اجلاس میں بلانے پر احتجاج کرتے ہیں، چونکہ کشمیر کا مسئلہ قومی نوعیت کا ہے، اس لئے واک آؤٹ نہیں کرتے۔**

فائرنگ کی، ان کے مکان کی توڑ پھوڑ کی گئی، بوڑھے والدین کو زد و کوب کیا گیا، آج بھی گولیوں کے نشانات ان کے گھر کی دیواروں پر موجود ہیں، بیگم صاحبہ تین گھنٹے تک آپ کے کارکن کے گھر پر گولیوں کی بارش ہوتی رہی لیکن پولیس وہاں تحفظ کرنے نہیں پہنچی اور آج بھی آپ کا کارکن در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے شاہ فیصل کالونی میں نہیں رہ سکتا، دہشت گرد اب بھی اس کا پیچھا کر رہے ہیں . . . . . .

محترمہ بے نظیر بھٹو: وزیر داخلہ کو بلاؤ،

وزیر داخلہ صاحب کمرے میں تشریف لے آئے تو محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان سے کہا مولانا صاحب جو فرما رہے ہیں آپ سنیں مولانا شاہ احمد نورانی نے مختصراً اس واقعہ کو پھر سے دہرایا۔

محترمہ بینظیر بھٹو نے وزیر داخلہ سے فرمایا "سنا آپ نے؟"

وزیر داخلہ: جی ہاں، مجھے بھی معلوم ہے [illegible]

ایسے ہی ہیں جو مولانا صاحب بیان فرما رہے ہیں

بے نظیر: (غور و فکر کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا) آہ چ چھا (اچھا...)

تھوڑی دیر کمرے میں خاموشی رہی۔ سکوت توڑتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی گفتگو پھر شروع کی۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ ان حالات میں جب آپ اپنی پارٹی ورکرز کو تحفظ نہیں دے سکتی ہیں اور نہ ہی دوسری سیاسی پارٹیوں کے کارکنوں کو۔ تو پھر جمہوری عمل کیسے جاری رہ سکتا ہے کراچی اور حیدرآباد میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں، جو حالیہ واقعات ہوئے ہیں کارکنوں کا جسطرح جنگی قیدیوں کے انداز میں تبادلہ ہوا ہے اب سیاسی کارکنوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں، آپ ہی کی پارٹی کے کارکن آپ سے مایوس اور بد دل ہوتے جا رہے ہیں اب وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ وہ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ جب حکومتی پارٹی کا ہی کارکن خود کو غیر محفوظ تصور کرے گا تو پھر دیگر پارٹیوں کے کارکن اپنا بوریا بستر سمیٹ لیں۔ بیگم صاحبہ ہماری اور آپ کی جدوجہد سے مارشل لاء سے نجات تو مل گئی اور آپ کو حکومت بھی مل گئی لیکن ملک کو جمہوریت ابھی نہیں ملی۔

محترمہ بینظیر: (گردن ہلاتے ہوئے) جی جی۔

شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ دہشت گرد صرف پاکستان میں نہیں، دہشت گردی اور بھی ملکوں میں ہوتی ہے لیکن حکومتیں ان سے نمٹنا جانتی ہیں، مثال کے طور پر اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان ہی کو لیجئے سکھ دہشت گردوں نے ادھم مچا رکھا تھا، گولڈن ٹیمپل میں قلعہ بند تھے گوردوارا ان کا مقدس مقام ہوتا ہے، سکھ ہندوستان کی فوج میں بڑی قوت رکھتے ہیں وہ ہندوستان کی (MILITANT FORCE) عسکری قوت ہیں، ٹرانسپورٹ کے کاروبار میں ۷۵% اجارہ دار ہیں، ٹرین کے ڈرائیور زیادہ تر سکھ ہیں لیکن ان کی دہشت گردی سے جب ہندوستان کی سالمیت کو خطرہ ہوا تو اندرا گاندھی نے دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے "بلیو اسٹار" کے ذریعہ آپریشن کیا گوردوارا سکھوں کا مقدس ترین ادارہ ہے لیکن اندرا گاندھی نے قوت ارادی سے کام لیا اور دہشت گردوں پر قابو پایا بیگم صاحبہ آپ میں قوت ارادی کی کمی ہے۔

بے نظیر بھٹو: مولانا صاحب آپ نے کیا فرمایا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ (WILL POWER) آپ میں ول پاور کی کمی ہے، اگر ول پاور ہو تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے دراصل بیگم صاحبہ پاکستان میں [illegible]

حکومتیں آئی ہیں ان میں آپ کی حکومت کمزور ترین حکومت ہے۔ آپ کو غلط مشورے دیئے جاتے ہیں، لوگ ایک مستحکم اور مضبوط حکومت کے خواہش مند ہیں، ایک پر سکون معاشرہ کے طلب گار ہیں، حکومت حاصل کر لینے سے جمہوریت نہیں آ جاتی، آپ نے تو حکومت حاصل کر لی لیکن جمہوریت کو فروغ حاصل نہ ہو سکا اگر آپ دل پاور سے کام لیں تو جلد ہی تمام مسائل پر قابو پا لیں گی، پاکستان چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہے، افغانستان کا مسئلہ، کشمیر کا مسئلہ، ہندوستان کی جارحیت اور پھر ملک کے اندرونی حالات، ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کی معاشرے پر اجارہ داری اور سندھ کی سرحد پر بھارت کی تخریب کاری نے پاکستان کی سالمیت کو خطرہ میں ڈال دیا ایسے حالات میں پاکستان کی اندرونی سازشوں کا جب تک قلع قمع نہیں کیا جاتا پاکستان کی سالمیت کو خطرہ رہے گا۔

بے نظیر: (بڑے متفکرانہ انداز میں) بہت بہت شکریہ مولانا صاحب آپ نے بڑے کام کی باتیں بتائیں چونکہ بریفنگ کا وقت ہو رہا ہے اس لئے ہم میٹنگ میں چلتے ہیں ہم نے آپکی تمام باتیں نوٹ کر لی ہیں ان پر ضرور غور کریں گے اور عمل کریں گے۔

مولانا شاہ احمد نورانی، ایچ ایم ایچ انصاری اور محترمہ بے نظیر بھٹو اٹھ کر بریفنگ روم کی طرف روانہ ہو گئے۔

## بریفنگ روم

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا مولانا شاہ احمد نورانی کی سیٹ مخالف سمت میں بالکل محترمہ بے نظیر بھٹو کے سامنے تھی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو نے تمام اراکین کو کشمیر کی موجودہ صورتحال سے آگاہ کیا اور سرحد پر موجودہ تشویشناک حالات کا بھی ذکر کیا جس سے بھارت کے مکروہ عزائم کا اظہار ہو رہا تھا۔ وزیر اعظم کے بعد صاحبزادہ یعقوب نے سفارتی سطح پر کی جانے والی ان تمام کوششوں کا ذکر کیا جو پاکستان کی حکومت کی طرف سے کیے گئے تھے بھوتی پارٹی کی طرف سے جب بریفنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا تو محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ اب میں درخواست کرتی ہوں کہ تمام اراکین اپنی اپنی آراء کا اظہار کریں اور میں سب سے پہلے مولانا شاہ احمد نورانی سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے موجودہ صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی بریفنگ میں شرکت کی ہے وہ اس لئے آئے ہیں تاکہ دشمن کو بتا سکیں کہ کشمیر کے مسئلہ پر ہم سب ایک ہیں۔ ہماری سوچ ایک ہے ہماری فکر ایک ہے۔ قبل اس کے کہ میں کشمیر کے مسئلہ پر اپنا تبصرہ اور تجاویز پیش کروں میں کچھ اور بھی روشنی ڈالنا چاہوں گا ہم کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت کی بات کرتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں شمالی علاقہ جات کے عوام کو دونوں کا حق حاصل نہیں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے ذریعہ ان پر حکومت کی جاتی ہے۔ ہمیں اپنی توجہ اس طرف بھی مرکوز کرنی چاہئے۔ کشمیر کے مسئلہ پر مستقبل کی راہ کا تعین موجودہ صورتحال کی روشنی میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ کشمیر کے حقائق کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا،

"کشمیر پاکستان کو شہ رگ کا درجہ دینے والی قوم نے اس حقیقت کو صرف نعرے کے طور پر استعمال کیا۔ جرائد (؟) پیشانیوں پر اس نعرے کو سرخی کے طور پر سجایا گیا، عملی میں لچھے دار تقاریر کرنے اور آزاد کشمیر کی ہاں ہاں (؟) حکمرانوں کو مراعات کے ذریعہ "بزدلی" "بے حسی" اور "غلامی" کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔

- ۱۹۵۷ء تک مسئلہ کشمیر پاکستان کی خارجہ پالیسی کا مرکزی نقطہ رہا۔
- ۱۹۵۸ء سے آج تک ہر حکومت نے اس جذبہ کا تنبیہ (؟) کا گھونٹ دیا۔
- ۱۹۶۲ء کے دوران بھارت اور چین کے درمیان جنگ سے پیدا ہو جانے والے سنہری موقع کو امریکی دباؤ کے تحت گنوا دیا گیا۔
- ۱۹۶۵ء میں پاکستان بین الاقوامی جال میں پھنس گیا ہماری وزارت خارجہ نے دھوکا کھایا کہ بھارت بین الاقوامی سرحد عبور نہیں کرے گا۔ اس غلط تجزیہ کے نتیجہ میں پاکستان نے قبل از وقت کشمیر میں مداخلت کی اور ہم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔
- معاہدہ تاشقند نے ہماری پوزیشن کو مزید کمزور کر دیا یہ معاہدہ روس کے دباؤ سے ہوا۔
- موجودہ شملہ نے جو ہمیں کشمیر [illegible] معاہدہ کی پوزیشن ہے جو اس معاہدہ سے سیکورٹی کونسل کے ریزولیشن کی اہمیت ختم ہو گئی۔
- کشمیر کے سلسلہ میں عالمی مسلم حمایت [illegible]
- مسلسل مارشل لاء نے سیاسی عمل کے ادارہ کا گلا گھونٹنے کے منصوبہ پر کامیابی سے عمل کیا لہٰذا آج بھی ہمارے یہاں سیاست گروہی، علاقائی، نسلی اور لسانی بنیادوں کے گرد گھوم رہی ہے۔
- بھارت کی جنگی قوت میں بے پناہ اضافہ۔
- روس سے ہمارے تعلقات ابھی تک کشیدہ ہیں۔
- چین کھل کر ہمارا ساتھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے مشرقی پاکستان کے سانحہ کے وقت چین کا کردار بالکل واضح ہے۔

ان حالات کی روشنی میں ہماری کون سی راہ ملکی مفاد میں ہے ہمیں کس راہ پر چلنا چاہئے۔ کس کا انتخاب کرنا چاہئے یہ تو میں بعد میں عرض کروں گا۔ لیکن بر وقت اور مناسب ہو گا کہ میں صاحبزادہ یعقوب کی سفارتی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے بارے میں کچھ روشنی ڈالوں۔ محترم اراکین اپنے سفیروں سے کچھ توقع کرنا عبث ہے یہ تو پاکستان کے سفارت خانہ میں ایک "فاقشی بت"

ہے جن کی ان کا عملہ پرستش کرتا ہے جن کا عوام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جن کا اس ملک میں کوئی ذاتی اثر نہیں جن کے سفیر ہیں اس لئے ان سے کوئی توقع خواب خرگوش کے مترادف ہے مسلم ممالک میں سے کتنوں نے ہمارا ساتھ دیا۔ لیبیا، ترکی، شمالی یمن، سعودی عرب، الجزائر اور بنگلہ دیش، صرف ۶ ملکوں نے، جبکہ اس وقت بھی پچاس مسلم ممالک ہیں بقایا نے کشمیر کے مسئلہ میں پاکستان کے موقف سے سرد مہری کا اظہار کیا ہے۔ مسلم برادری میں ہماری پوزیشن بڑی خراب ہے۔ ہمیں اس پوزیشن کو بہتر بنانا ہے۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے ممبروں پر پاکستان کا اثر و رسوخ بڑھانا چاہیے تھا۔ کشمیر کے موقف پر پاکستان کا نقطہ نظر ان کو بتانا چاہیے تھا۔ لیکن یہ سب کچھ نہیں کیا گیا۔ اب ہم کو اپنی کوششیں تیز تر کر دینی چاہئیں مسلم برادری کے ملکوں سے کشمیر کے مسئلہ میں تائید حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن یہ سب سفارتی سطح کے "نمائشی" جتنوں سے حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس سلسلہ میں ہمیں قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبروں پر مشتمل وفود ترتیب دینے ہوں گے۔ جو ان ممالک میں جا کر پاکستان کے لئے ہمدردیاں حاصل کریں اس کے علاوہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل وفد کو بھی ترتیب دیا جائے گا۔ پروفیسروں، صحافیوں اور وکیلوں کا وفد بھی اس سلسلہ میں ترتیب دیا جائے۔ جب یہ تمام وفود یکے بعد دیگرے مسلسل بیرونی دنیا سے عمومی طور پر اور مسلم ممالک سے خصوصی طور پر رابطہ کریں گے۔ اور اس طرح پاکستان کے حق میں رائے عامہ استوار ہو جائے گی۔ کشیدہ صورت حال سرحدوں کی اس وقت بتائی جا رہی ہے وہ تکلیف دہ بھی ہے اور تشویشناک بھی اس وقت ہمارے لئے دو راہیں ہیں۔

الف:۔ ہم کشمیر میں ابھرنے والی تحریک کو پاکستان کی جنگ کا رنگ دیں۔

ب:۔ اس تحریک کو کشمیری آزادی کا رنگ دیں اور اسی موقف پر کشمیریوں سے تعاون کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی اسی موقف پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف سناتے کہ دشمن سے جنگ کی خواہش کے طلب گار نہ ہوں لیکن اگر دشمن جنگ مسلط کر دے تو پھر میدان میں ڈٹ جاؤ۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے مندرجہ بالا دو تجاویز کا تمام سیاسی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحریک حریت "تحریک آزادی" جذبہ آزادی، آرزوئے آزادی کشمیر کے نوجوان جیالوں اور وہاں کی دختروں نے اٹھائی ہے۔ ہندوستان سے براہ راست مدبھیڑ کر کے کشمیر میں ابھرنے والی تحریک کو پاکستان کی جنگ کا رنگ نہ دیا جائے بلکہ میری تجویز ہے کہ موقف "ب" یعنی اس تحریک کو کشمیریوں کی آزادی کا رنگ دیں اور

باقی صفحہ پر

انجمن طلباء اسلام کوٹلہ ارب علی خان کے زیرِ اہتمام

# "جہادِ کشمیر کانفرنس"

انجمن طلباء اسلام کوٹلہ ارب علی خان کے زیر اہتمام ضلع گجرات کی تنظیم کی ہدایت پر عظیم الشان جہاد کشمیر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں شہر بھر کے نوجوان طلباء نے شرکت کی۔ جس کی صدارت قاری محمد شفیق قادری نے کی جبکہ مہمان خصوصی انجمن طلباء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری خالد محمود قادری تھے۔ انجمن طلباء اسلام ضلع گجرات کے ناظم حافظ محمد اسلم [illegible] جلالی نے پرسوز آواز میں تلاوت کلام پاک کی۔ [illegible] نعت [illegible] کوٹلہ ارب علی خان شاخ کے جنرل سیکرٹری [illegible] احمد طارق [illegible] خطاب کرتے ہوئے انجمن طلباء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری جناب خالد محمود قادری نے مقبوضہ کشمیر کی تاریخ [illegible] اسلام کی خدمات اور مسلمانوں کی غلامی کے تاریک ترین [illegible] کہ گزشتہ [illegible] مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی [illegible] کشمیریوں کی کئی نسلیں غلامی [illegible] کوٹلہ [illegible] ہر طرف آزادی کے نغمے گونجتے رہیں گے کشمیریوں کی جدوجہد جاری ہے۔

انجمن طلباء اسلام کی بیس ہزار سے پچاس ہزار نوجوانوں پر مشتمل "المجاہد فورس" وادیٔ کشمیر کے درمیان خونی لکیر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دے گی۔ انجمن کے مجاہد اور جیالے غازی قائد ملت علامہ شاہ احمد نورانی کے اشارۂ ابرو کے منتظر ہیں کہ امام کے حکم پر سیز فائر لائن توڑ دی جائے۔

جمعیت علماء پاکستان ضلع گجرات کے زیر اہتمام جامع مسجد مرکزی [illegible] گجرات خطیب قاری محمد حنیف جلالی صاحب کی سرپرستی میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے ضلعی صدر صاحبزادہ محمد [illegible] علی احمد رضا سلیمانی رضوی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک پہلو رشد کا مینار اور ہدایت کی سند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی معجزات میں سے معراج النبی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے اس تقریب میں عوام الناس سے پرزور [illegible] کہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لئے ہمیں ہر قربانی [illegible] کرنا چاہیے [illegible] حاضرین جلسہ پر [illegible] اعلان جہاد کرنا چاہیے۔ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے ہمیں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء و مشائخ نے قیام پاکستان کے دوران جہاد کشمیر میں موثر کردار ادا کیا تھا۔ جمعیت علماء پاکستان کے سابق مرکزی صدر جناب علامہ سید ابوالحامد بدایونی اور سید ابوالحسنات احمد قادری کا کردار جہاد کشمیر کے سلسلہ میں آج بھی زبان زد عام ہے۔ ہمیں اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھنا ہوگا اور قائد ملت امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں نظام مصطفےٰ کا انقلاب برپا کرنا ہوگا۔ اس جلسہ میں مولانا محمد [illegible]، سید عاشق حسین شاہ بخاری، مولانا حافظ قاری محمد اکرم صاحب جلالی، مولانا محمد طفیل صاحب نعیمی، قاری محمد منشا صاحب جلالی، مولانا قاری علی محمد صاحب جلالی اور حافظ قاری محمد اسلم رضا خان [illegible] جلالی صاحب نے شرکت کی۔ بعد میں صلوٰۃ وسلام حافظ محمد اسلم [illegible] جلالی ضلعی ناظم انجمن طلباء اسلام نے پیش کیا۔ [illegible] عالم اسلام اور استحکام پاکستان کے لئے خصوصی دعا مانگی اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

## خود مختار اداروں میں

# اربوں روپے کا گھپلا

نمائندہ احوال

سابق صدر جنرل ضیاء کے دور میں قومی خزانے کو بے دردی سے لوٹنے اور اربوں روپیہ کے خرد برد کے مزید انکشافات ہوئے ہیں۔ گزشتہ شمارہ میں "نمائندہ احوال" نے اپنے قارئین کے لئے قومی خزانہ کی لوٹ کھسوٹ کے سلسلے میں سرورق کہانی چھاپی تھی اور ان چہروں کو بے نقاب کیا جن کے کردار اور گفتار میں تضاد ہے۔ قومی خزانہ سے کروڑوں روپے کا قرض حاصل کرنے والوں کا تعلق اسلامی جمہوری اتحاد سے ہے جن کا نصب العین ملک میں افراتفری پیدا کرنا ہے تاکہ اُن سے احتساب نہ کیا جائے۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان قرض داروں میں بیشتر نے ضیاء الحق سے اپنے قرض معاف بھی کروا لئے ہیں جو موجودہ حکومت کو ناجائز تو تصور کرتے ہیں لیکن "سود" کو دینا غالباً عین اسلامی تصور کرتے ہیں جو تحریروں اور تقریروں میں اسلام کا نام لیتے نہیں تھکتے۔ جو اپنے مطلب کے لئے اسلام کا نام تو استعمال کرتے ہیں لیکن جن کے افعال غیر اسلامی ہیں۔ ایسے ہی "دو رخی" لوگوں کے لئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

(جب گوشہ تنہائی میں جاتے ہیں تو دوسرے کام کرتے ہیں)

ہمارے یہاں کا دستور رہا ہے کہ ہر آنے والی حکومت جانے والی حکومت کے بارے میں قومی دولت کے خرد برد، اقربا پروری اور دیگر چونکا دینے والے بیانات دیتی ہے لیکن کوئی بھی اسکینڈل اپنے منطقی نتیجہ پر نہیں پہنچتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے اسکینڈل کے انکشافات سے حکومت صرف اپنے مخالفین کو "ڈرانا" اور "دبانا" چاہتی ہے لیکن جوں ہی متعلقہ فرد اپنی سیاسی وابستگی چھوڑ کر حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دیتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سارے "اسکینڈل" ختم ہو جاتے ہیں۔ وفاقی حکومت نے فیڈرل اینٹی کرپشن کمیٹی کا قیام مختلف اداروں کی چھان بین اور بدعنوانیوں کی تحقیقات کے لئے کیا ہے۔ لیکن غالباً اس مرتبہ بھی یہی سوچ کارفرما ہے۔ موجودہ حکومت کو آئے ہوئے سولہ ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ فیڈرل اینٹی کرپشن کمیٹی کی تحقیقاتی ٹیم کے ایک ممبر نے اپنے بیان میں پوری قوم کو یہ کہہ کر حیرت میں ڈال دیا کہ "ماضی میں خرد برد کے ایسے ایسے گھناؤنے جرائم اور اسکینڈل ہوئے ہیں کہ جرائم کے مرتکب اگر مر بھی گئے ہوں تو بھی اُن کی لاشوں کو نکال کر لٹکایا جا سکتا ہے۔"

> ماضی میں تحقیقاتی ٹیموں کی رپورٹیں کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر موت کی آغوش میں سو گئیں۔

احوال تحقیقاتی ٹیم کے ممبران سے درخواست کرتا ہے کہ اگر واقعی ایسے کوئی اسکینڈل ہوئے ہیں تو انہیں منظر عام پر لایا جائے اور پوری قوم کو اس سے باخبر کیا جائے۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ تحقیقاتی ٹیموں کی کارکردگی اب تک صرف نشستند، گفتند و برخاستند تک محدود رہی ہے۔ ماضی میں ایسی بہت سی ٹیموں کا قوم نے مشاہدہ کیا ہے جن کی رپورٹ بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے سرد خانے میں ڈال دی گئی۔ سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے بھی اسی طرح کی ایک تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی تھی جس کی رپورٹ تقریباً آخری مراحل میں پہنچ گئی تھی لیکن جوں ہی جونیجو حکومت کا خاتمہ ہوا رپورٹ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ گویا حکومت ختم ہوتے ہی تمام جرائم خود بخود ختم ہو گئے۔ جرم پھر بھی جرم ہے۔ تحقیقاتی ٹیم کی رپورٹ کو سرد خانے میں ڈالنے کے بجائے اس کو ایسا قانونی تحفظ فراہم کیا جائے کہ حکومت کے زد و بدل سے "بدعنوانیوں کو تحفظ" نہ مل سکے۔ ہمارا حکومت وقت کو مشورہ ہے کہ ایسا قانون مرتب کیا جائے کہ جرائم پیشہ افراد قانون کے دائرہ سے بچ نہ سکیں اور بے گناہ کو بلاوجہ سزا نہ مل سکے۔ کوئی بھی رپورٹ ہو، کسی نے تیار کی ہو، کسی کے خلاف ہو سب کو قانون کے حوالے کیا جائے اور قانون کے مطابق انصاف کیا جائے۔ اگر تحقیقاتی رپورٹوں کو اس تناظر میں دیکھا جائے گا تو قومی دولت کو تحفظ دیا جا سکے گا۔ ورنہ سوائے قومی دولت کے زیاں کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فیڈرل کمیٹی کے چیئرمین ملک محمد قاسم نے اعداد و شمار کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ واپڈا، سول ایوی ایشن، پاکو، ریلوے، زرلوت، لائف انشورنس، بنک، پورٹ قاسم، تعمیرات، کمپیوٹروں کی خریداری، ٹینڈروں اور ٹھیکوں سمیت زندگی کے بہت سے شعبوں میں سنگین مالی بدعنوانیوں کے ثبوت ملے ہیں لیکن پاکستان میں کرپشن کا قانون اس قدر کمزور اور مبہم ہے کہ قومی خزانہ لوٹنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچانا محال ہے۔

ملک محمد قاسم کے انکشافات کے مطابق ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۸ء کے دور میں صرف واپڈا میں بجلی کے میٹروں کی تنصیب کے کام میں دو کروڑ ۷۵ لاکھ روپے، پی او سی کیبل ایک کروڑ ۴۰ لاکھ، انسولیٹرز کی خرید میں ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ روپے کے گھپلے ثابت ہو چکے ہیں۔ پاکو میں مالی خرد برد کے سنگین واقعات کے بارے میں وزارت داخلہ کے ذریعہ ایف آئی اے سے تحقیقات کے لئے ۱۲ ماہ قبل کہا گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

کراچی میں پورٹ قاسم میں بھی سنگین مالی بدعنوانیاں کی گئیں اور تمام بڑے ٹھیکے دینے کے انچارج ایک اعلیٰ افسر ایک بڑی مالی کمپنی کے نام سے ملتی جلتی ایک بوگس کمپنی کو بڑے بڑے ٹھیکے اس کمپنی کے نام منظور کرتے رہے اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد اس کمپنی کے ڈائریکٹر بن گئے۔ پورٹ قاسم میں سامان کے چڑھانے اتارنے اور دیگر لوازمات کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اس میں دیدہ و دانستہ اقربا پروری سے کام لیا جاتا ہے۔ پورٹ قاسم کے ایک دن بند رہنے سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوتا ہے جبکہ انتظامی بے ضابطگیوں کے باعث پورٹ قاسم کئی مرتبہ ایک ایک ماہ سے زیادہ بند رہا ہے۔

پاکو کے ادارے میں کئی کروڑ روپیہ کے خرد برد کا انکشاف ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ [illegible] کی فراہمی کے سلسلے میں

سو لاکھ روپے کا خرد برد کیا گیا۔ اسی طرح لاہور ایئرپورٹ کی ٹرمینل کی تعمیر میں کروڑوں روپے کے خرد برد کا پتہ لگایا گیا ہے۔ پاکستان میں ایئرپورٹ کی بلڈنگ اور رن وے وغیرہ کی تعمیر کی ذمہ داری سول ایوی ایشن [illegible] کے ادارہ کی ہے۔ اسی ادارے نے لاہور رن وے کی تعمیر کے سلسلے میں غفلت، ہیرا پھیری برتی ہے اور مالی خرد برد کا مرتکب ہوا۔ لاہور رن وے کی تعمیر کا تخمینہ ۱۸ کروڑ روپیہ تھا جب تعمیر مکمل ہوئی تو کل خرچہ ۱۸ کروڑ سے بڑھ کر ۳۲ کروڑ تک پہنچ گیا۔ لیکن لاہور رن وے کی تعمیر پھر بھی ناقص نکلی جو بین الاقوامی معیار پر پوری نہیں اتری۔ جہاز بنانے والی کمپنیوں نے اس رن وے پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ اس رن وے کو اگر فوری طور پر درست نہ کیا گیا تو ہوائی جہازوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ رن وے کو بین الاقوامی اسٹینڈرڈ پر لانے کے لئے مزید ۱۶ کروڑ روپے درکار ہوں گے۔ گھٹیا تعمیر کی وجہ گھٹیا میٹریل کا استعمال ہے جو زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لئے کیا گیا ہے۔ کراچی اور لاہور ایئرپورٹ کی عمارتیں بھی غلط تعمیر ہوئی ہیں۔ ان عمارتوں کو درست کرنے کے لئے بھی کئی کروڑ روپے درکار ہیں۔ چشمہ بیراج کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ متعلقہ فرم کو زیادہ رقم دینے کے لئے ارتھ ورک پلان تبدیل کر دیا گیا اور نہر کا راستہ طویل کر دیا گیا تاکہ متعلقہ فرم کو کروڑوں روپے کی زائد ادائیگی کی جا سکے۔

**بڑی مچھلیوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے نئے اور سخت قانون کی ضرورت ہے۔**

اسی طرح لائف انشورنس ریلوے اور دیگر شعبوں میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں سنگین مالی بدعنوانیوں کے ثبوت ملے ہیں۔ اینٹی کرپشن کمیٹی کے سربراہ ملک قاسم نے کہا ہے کہ موجودہ قانون اتنا نرم ہے کہ ان بڑی مچھلیوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے حکومت کو نئے اور سخت قانون کی ضرورت ہے۔ کمیٹی نے حکومت کو تجویز پیش کی ہے کہ قومی اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک قانونی ترمیم کے لئے بل پیش کیا جائے جس کے ذریعہ کرپشن کی تعریف تبدیل کی جائے اور کرپشن میں ملوث افراد پر اس کی ذمہ داری ڈالی جا سکے۔

ادارہ "احوال" ملک قاسم کی اس بات سے اتفاق کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوری طور پر اس قانون میں ترمیم کی جائے تاکہ ملوث افراد جو سزا کے مستحق ہیں ان کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں اور قومی دولت کی اس بندر بانٹ کو روکا جا سکے۔ ورنہ تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف حریف سیاستدانوں کو "مطیع" کرنے کے لئے ہو رہا ہے۔ عوام الناس کو اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

●●

### بقیہ: کمزور حکومت

اس موقف پر کشمیریوں سے تعاون کریں اس موقف کو بین الاقوامی تائید آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ پوری عالمی برادری پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آزادی کی لہر کشمیر میں ہندوستان کے خلاف کشمیریوں نے اٹھائی ہے۔ دنیا کو یقین ہو جائے گا کہ اس ظلم اور استبداد کا نتیجہ ہے جو ہندوستان نے کشمیر میں کشمیریوں پر بیالیس سال سے روا رکھا ہے اس صورتحال میں پاکستان کو ہندوستان سے جنگ نہیں کرنا چاہئے۔ گو کہ شملہ معاہدے نے ہماری پوزیشن کمزور کر دی ہے۔ ہم نے اسی وقت بھی شملہ معاہدہ کی مخالفت کی تھی لیکن شملہ معاہدہ کشمیر کے مسئلہ کو بین الاقوامی فورم پر لے جانے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ لیکن استصواب رائے کی قرارداد پر عمل درآمد کے لئے طویل مدت درکار ہوگی۔ اس دوران موجودہ تحریک حریت سرد پڑ جائے گی لہٰذا آزاد کشمیر پاکستان کے لئے بہتر پوزیشن میں ہے کہ وہ یکجہتی کے تحت مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے عوام میں کارروائی پر عمل کریں جس طرح شاہ حسن نے صحرائے اسپین حاصل کرنے کے لئے کارروائی کی تھی مراکش کے لوگ "مقبوضہ صحرائے اسپین" کے بارڈر پر لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ مقبوضہ صحرائے اسپین کے لوگ بھی بارڈر پر جمع ہو گئے اور اس طرح دونوں طرف کے عوام کے ایک ریلے نے صحرائے اسپین کو آزاد کرا لیا۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے عوام بھی مل کر کنٹرول لائن ختم کر سکتے ہیں۔ جس طرح دیوار برلن توڑ دی گئی اسی طرح کشمیر کی کنٹرول لائن بھی ختم کر دی جائے۔

مولانا نورانی نے اراکین کا شکریہ ادا کیا اور تجزیہ اور تجاویز دیتے ہوئے اپنی تقریر ختم کر دی۔ بریفنگ کے دوران دوسرے اراکین نے خصوصاً ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان۔ سردار شیرباز مزاری۔ ڈاکٹر اسرار اور مولانا طاہر القادری نے اپنی اپنی تقریروں میں مولانا شاہ احمد نورانی کے خیالات سے اتفاق کیا اور ان کی تجاویز کا خیر مقدم کیا۔

بریفنگ کے دوران ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آیا تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے جب اپنی تقریر شروع کی تو انہوں نے بجائے کشمیر پر رائے کا اظہار کرنے کے "فرقہ واریت" پر تقریر شروع کر دی اور کہا کہ امام باڑوں پر فائرنگ ہوتی ہے اور حملہ ہوتا ہے۔ سارے اراکین خاموش تھے لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے بیگم صاحبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان سے کہیں کہ "ایجنڈا" پر ہی تقریر کریں۔ یہ کہتے ہیں کہ امام باڑوں پر فائرنگ ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں "امام باڑوں" سے فائرنگ ہوتی ہے۔ محترمہ بیگم صاحبہ یہ "فورم" ان باتوں کا نہیں ہے۔ انہیں آپ روکیں۔ اگر انہیں شکایت ہے تو وزیر داخلہ سے وقت لیں۔ الگ سے بات کریں یہ انتظامی معاملہ ہے۔ اتنی بڑی اور اہم کانفرنس میں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ جس پر بریفنگ میں موجود تمام اراکین نے "ساجد نقوی" کو کشمیر کے مسئلہ پر ہی تقریر کرنے کو کہا۔ اور اس طرح حکومت کی طرف سے کشمیر کے سلسلہ میں بریفنگ اور اراکین کی آراء کے بعد یہ کانفرنس اختتام پذیر ہو گئی اور مولانا شاہ احمد نورانی شام ۷ بجے ہوائی جہاز سے کراچی تشریف لے گئے۔

### بقیہ: سوویت یونین میں اسلام

لیکن روسی قیادت اس مطالبے کو آسانی سے ماننے والی نہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ کریملن کی حکومت خود اپنی پالیسیوں کی بناء پر ریاستوں کو علیحدگی کی طرف دھکیل رہی ہے وسطی ایشیا اور بالٹک کی ریاستیں خود مختاری کی طرف بڑھنے پر مجبور ہو گئی ہیں اگر سوویت یونین نے علیحدگی پسندی کا کوئی ممکن بدل تلاش نہ کیا تو اس رجحان کا اثر دوسری ریاستوں پر بھی پڑے گا اور وہ بھی فرمانروائی اور سیاسی طور پر آزاد قومی مرتبہ حاصل کرنا چاہیں گی، تشدد کے بل بوتے پر اب آزادی کی لہر کو نہیں دبایا جا سکتا صدارتی نظام کے پردے میں اور مرکزیت کا ڈھونگ رچا کر شخصی آمریت کو دوبارہ سوویت یونین میں بروئے کار نہیں لایا جا سکتا۔

# خالصتان کا مسئلہ

## پنجاب پر قبضہ کرتے وقت انگریز نے ہندو کو اپنا حلیف بنایا

عباس احمد آزاد

ہندوستان میں کئی قومیں کئی زبانیں کئی نسلیں ہیں سب کے رسم و رواج جدا جدا ہیں دراوڑ منگولین آرین عرب ایرانی النسل کے لوگ بیس زبانیں بولتے ہیں مذاہب کے اعتبار سے ہندوستان میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی یہودی پارسی بدھ وغیرہ بستے ہیں کینیڈا اور ایسے ہی دوسرے ممالک میں جو اقوام کا مجموعہ ہیں وہاں روز روز کی سر پھٹول سے بچنے کے لئے قوموں کو خود مختار صوبوں میں اپنی اپنی شناخت اور رسم و رواج کی یکسانیت کی بنیاد پر انہیں تحفظ کے ساتھ ایسی تمام سہولتیں فراہم کی گئی ہیں جن کی ایک قوم کو ضرورت ہوتی ہے ہندوستان میں چونکہ ہندو کی اکثریت ہے وہ مذہب کے حوالے سے اپنی آبادی کے بل بوتے پر مرکز کو مضبوط بنا کر صوبوں کی ہر قسم کی آزادی چھین چکے ہیں جبکہ بھارتی وفاق میں شامل اقوام تامل ناڈو کرناٹک آندھرا پردیش بنگال تری پورہ اروناچل پردیش آسام ناگالینڈ میزولینڈ اور پنجاب کے باشندے چاہتے ہیں کہ عدم مرکزیت کو اختیار کر کے صوبوں کو تمام اختیارات دیئے جائیں تو بھارت کو آریہ ورت بنانے کے خواہش مند ہندو اسے بھارت دشمن غداری اور بغاوت کا نام دیتے ہیں

ہندوؤں نے چونکہ راج گدی سنبھالتے ہی تمام اقلیتوں سے امتیازی سلوک شروع کر دیا۔ مسلمان اگرچہ ۱۰ کروڑ سے زائد کی تعداد میں بھارت میں موجود ہیں لیکن ملازمتوں میں ان کا حصہ ایک فیصدی بھی نہیں ہے۔ یہی حال سکھوں کا کیا گیا پنجاب کے شہروں پر ہندوؤں کا مکمل قبضہ پہلے سے تھا ہی لیکن پنجاب میں ملازمتوں پر بھی ہندوؤں نے قبضہ کر لیا۔ مسٹر وکٹر ڈی سوزا نے اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی بمبئی کے مئی ۱۹۸۲ء کے شمارے میں والش آف پنجاب کیونلزم کے عنوان سے ایک مضمون میں جو تفصیلات لکھی ہیں ان کا نہایت ہی سرسری احوال آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

دراصل انگریز نے پنجاب پر قبضہ کرتے وقت اپنا سب سے پہلا اور قدرتی حلیف ہندو کو بنایا تھا چونکہ پنجاب پر قبضے کے وقت انہیں ایک [illegible] اور پائیدار حکومت نظر آئی جو ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی اور جو بجا طور پر پنجابیوں کی حکومت تھی کیونکہ اس میں سکھ اور مسلمان تقریباً سب ہی برابر کے شریک تھے انگریز نے لاہور دربار پر قبضے سے پہلے پنجاب کی تمام صورتحال ملاحظہ کر لی تھی اس مقصد کے لئے میکالف کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ سکھوں اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے انگریزوں کے حق میں کام کریں ہندوؤں نے کوشش کی کہ وہ سکھوں کو اپنا فرقہ بنانے کے لئے فکری کام کریں۔ لیکن جب یہ تمام کوششیں اکارت گئیں تو ۱۹۰۱ء میں پنڈت مدن موہن مالویہ نے راولپنڈی اور پشاور ڈویژن کے ہندوؤں سے اپیل کی۔

جس ہندو کے دو بیٹے ہیں وہ اپنے ایک بیٹے کو سکھ بنا دے۔ سکھوں کو انہوں نے یہ تاثر دیا کہ انہوں نے سکھوں کی بہادری سے متاثر ہو کر ہندوؤں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سکھ بن کر بزدلی کی فضا سے نکلیں لیکن اصل بات یہ تھی کہ سکھوں میں اکثریت پنجاب کے جٹوں کی تھی جو کسی وجہ یا کی وجہ سے مسلمانوں کے قریب تھے۔ چونکہ بیشتر جٹ قبائل آدھے سکھ اور آدھے مسلمان تھے جس کی وجہ سے ان کے تعلقات قرابت آمیز برادری پر مشتمل تھے اس سسٹم کو بدلنے کے لئے سکھ قیادت میں تبدیلی کی ضرورت تھی چنانچہ وہ اس طرح ہو سکتا

تا پھر ماسٹر تارا سنگھ جو حقیقت میں کٹر ہندو تھا اور سکھوں کا بھی دشمن تھا اس کے لئے وہ ہرگز آمادہ نہ ہوا۔ اسی دوران مارچ ۱۹۴۷ء میں گاندھی جی دورہ پر گئے۔ وہاں جب گاندھی جی گئے تو وہاں دو بار سردار ہرنام سنگھ نے با آواز بلند کہا کہ کانگریس سکھ قوم کے ساتھ دھوکہ کر کے انہیں نقصان پہنچائے گی اس لئے ہم سکھوں کو کانگریس سے الگ راہ عمل اختیار کرنی چاہیے تو گاندھی جی فوراً اٹھے اور سکھوں کو یقین دلایا کہ میں آپ سے عرض کروں گا کہ آپ میرے الفاظ اور کانگریس کے ریزولیوشن پر یقین کریں کہ سکھوں کے ایک فرد کے ساتھ بھی دھوکہ نہیں کیا جائے گا ایسا ہوا تو سب سے پہلے مجھے نشانہ بنانا چاہیے میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کے تمام شبہات دور ہو جائیں میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں یا کانگریس آپ سے غداری نہیں کریں گے اور اگر کبھی کانگریس نے ایسا کیا تو کانگریس خود ہی تباہ نہیں ہوگی بلکہ دیش بھی تباہ ہو کر رہ جائے گا اور پھر سکھ تو ایک بہادر قوم ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر ان سے دھوکہ ہوا تو وہ اپنے حقوق کے لئے ہتھیار بند ہو کر کس طرح حفاظت کریں گے۔

الغرض تارا سنگھ کی منافقت اور کانگریس کی یقین دہانیوں کے بعد جب طویل غلامی کے بعد ہندو آزاد ہوا تو اس نے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ ہندوستان میں مقیم مسلم، عیسائی اور سکھ اقلیتوں سے لینا شروع کر دیا چنانچہ عیسائیوں کے خلاف کیرالہ میں، مسلمانوں کے خلاف مہاراشٹر، یو پی، مدھیہ پردیش، کشمیر، بہار اور آسام میں اور سکھوں کے خلاف پنجاب میں شورش و فساد برپا کر دیا۔ ہندو دہشت گردوں کو اس سلسلے میں مرکزی حکومت اور اس کی ایجنسیوں سی بی آئی، سنٹرل ریزرو پولیس، بارڈر سیکورٹی فورس وغیرہ کی پوری پوری سرپرستی بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے اقلیت کا حکومت پر اعتماد ختم ہو چکا ہے وہ اسے ہندوستان کی قومی حکومت سمجھنے کے بجائے ہندو حکومت سمجھنے پر مجبور کر دیئے گئے جس کے نتیجہ میں دنیا کی رائے عامہ کے سامنے بھارتی حکومت اپنے اصل روپ میں آ گئی۔ دراصل سکھوں کے یہ خدشات حق بجانب ہیں کہ اگر انہیں دستوری طور پر ایک الگ قوم تسلیم نہ کیا گیا تو انہیں ہندو سماج میں مدغم کر دیا جائے گا چونکہ ہندوستان نے اس سلسلہ میں ان چالیس سال میں جو اقدامات کئے ہیں وہ واضح طور پر اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ بھارتی حکومت کشمیر میں مسلمانوں اور پنجاب میں سکھوں

## جس ہندو کے دو بیٹے ہیں وہ ایک کو سکھ بنا دے
## (پنڈت مدن موہن مالویہ کی ہندوؤں سے اپیل)

کو اقلیت میں بدلنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں اب مسلمانوں کا تناسب آبادی گھٹ کر چھپن فیصد رہ گیا ہے اور تارا سنگھ کی طرح وہاں بھی اس سازش میں اسلام کے بارہ میں کئی قوتیں کام کر رہی ہیں جن کو کشمیر کے مسلمان اب تک سمجھ نہیں پائے۔ سکھوں نے چالیس سال کا عرصہ اس انتظار میں گزارا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ لیکن بھارتی حکومت کی پالیسیوں نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا کہ وہ گولی کا جواب گولی سے دینے پر مجبور ہو گئے۔ چونکہ ہندو اکثریت ہندوستانی اقلیتوں کو ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتی۔ سیکولرازم اور جمہوریت کے نام پر ہندو راج قائم کر کے ان تمام اقلیتوں کو سوچی سمجھی کے کوڈ کے مطابق غلام بنانا چاہتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں سٹرڈ کرڈی کا حوالہ دیا تھا وہ اپنے ایک طویل مضمون میں پنجاب کے استحصال کا حسب ذیل خاکہ کھینچتے ہیں۔

| ملازمتوں کی کیٹگری | ہندو | سکھ |
|---|---|---|
| (۱) بیوروکریسی | 1,50 | 0,46 |
| (۲) ٹریڈ | 1,85 | 0,53 |
| (۳) سروسز | 1,60 | 0,50 |
| (۴) ڈی ورسی فائیڈ | 1,40 | 0,60 |
| (۵) تمام | 1,67 | 0,53 |

(۱) صوبوں سے ٹیکسوں اور ایکسائز کے ذریعہ جمع ہونے والی رقوم مرکز اور صوبوں کے درمیان متوازن سطح پر تقسیم کی جانی چاہئیں مگر اس معاملے میں مرکز نے ہمیشہ بددیانتی کی ہے اور اس سلسلے میں پنجاب کا حصہ گھٹا کر کم کر دیا ہے اور ان مدات میں وصول کی جانے والی کروڑوں روپے کی رقم دوسرے ہندو منصوبوں پر خرچ کر دی جاتی ہے حالانکہ پنجاب کو اس پیسے کی ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

(۲) عام قانون تو یہ ہے کہ کسی صوبہ میں موجود بینکوں کے ڈیپازٹ اس صوبے کے منصوبے پر خرچ کئے جائیں گے۔ پنجاب میں موجود بینکوں کے ڈیپازٹ جو یہاں کے عوام کی کمائی ہیں۔ دوسرے صوبوں میں پبلک اور پرائیویٹ اداروں کو صنعتیں لگانے اور کاروبار چلانے کے لئے قرض کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے پنجاب کی صنعت میں ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پنجاب کو جان بوجھ کر صنعتی طور پر پسماندہ صوبہ بنا دیا گیا ہے۔ پنجاب کو جب زرعی

حکومت نے زرعی غلام بنا کے رکھ دیا ہے۔ مرکزی حکومت صنعتی ضرورتوں کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کرتی جا رہی ہے لیکن زرعی اجناس کی قیمتوں میں اس انداز سے اضافہ نہیں کیا جاتا۔ پنجاب سینٹرل پول کو ۶۰ فیصد اناج دیتا ہے جس کی وجہ سے پنجابی کسان کو خوفناک مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پنجاب ۷۰ ملین ٹن گندم اور ۵۰ ملین ٹن چاول سینٹرل پول کو فراہم کرتا ہے۔ پنجابی کسان اپنی اجناس مختلف صوبوں میں فروخت نہیں کر سکتے کیونکہ مرکزی حکومت نے ایسا کرنے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ نے پنجاب کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اس پابندی کو غیر قانونی اقدام قرار دیا تھا لیکن حکومت نے اس پابندی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس پابندی کو برقرار رکھا۔ حالانکہ دیگر صوبوں میں اجناس کی قیمتیں زیادہ ہیں۔ پنجاب کی حکومت نے جنسوں کی سپورٹ پرائس مقرر کر رکھی ہیں جس کے مطابق کسان 500 روپیہ فی ٹن گندم اور 520 روپے فی ٹن چاول حکومت اور بنیئے کے ہاتھوں فروخت کرنے پر مجبور ہے جبکہ کھلی مارکیٹ میں گندم 800 روپے فی ٹن اور چاول 1200 روپے فی ٹن فروخت ہو رہا ہے۔ اس طرح مرکزی حکومت اور بنیا پنجاب کے کسان سے ہر سال 2,87 ملین روپے آسانی کے ساتھ چھین لیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں زراعت میں کام آنے والی چیزوں کے نرخ روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔

زرعی آلات، کھاد وغیرہ کی قیمتوں میں 1960 کے مقابلے میں دس گنا اضافہ ہوا ہے لیکن زرعی اجناس میں اس عرصہ میں صرف اڑھائی فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اگر 1960 کو بنیاد تصور کریں تو اس وقت ٹریکٹر 9000 روپے میں ملتا تھا اب اتنی ہارس پاور کا ٹریکٹر خریدنے کے لئے 90,000 روپے خرچ کرنا پڑتے ہیں۔ ڈیزل کے ایک لیٹر کی قیمت اس سال تیس پیسے تھی لیکن اب ڈیزل تین روپے فی لیٹر ہے۔ مصنوعی کھاد کے بیگ کی قیمت سترہ روپے تھی اب یہی بیگ ایک سو ستر روپے میں دستیاب ہوتا ہے۔ دوسری جانب پنجاب اپنے دریاؤں کے پانی کو بھی ترس رہا ہے۔ اس معاملے میں مسز گاندھی نے 1976 میں ایک اعلان کیا تھا جس کے مطابق پنجاب کو اس کے دریاؤں راوی اور بیاس کا صرف 23 فیصد دیا گیا جبکہ ان دریاؤں کے پانی اور بجلی کا 75 فیصد راجستھان، ہریانہ اور دہلی کو دے دیا گیا۔ جس حساب سے پانی اور آبی قوت تقسیم کی گئی وہ درج ذیل ہے

| | ملین ایکڑ فٹ |
|---|---|
| (۱) راجستھان | 8.00 |
| (۲) ہریانہ | 3.50 |

(۳) دہلی 5-20 " " " "

(۴) پنجاب 3-50 " " " "

یہ ہے سکھوں کی مصیبتوں کی المناک کہانی اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ بھارت میں کسی بھی ریاست یا عوام کے خلاف امتیازی سلوک کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ خاص کر کہ اُن ریاستوں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ ورنہ دیگر اقلیتوں کے ساتھ باقی صوبوں میں بھی کچھ نہ کچھ امتیازی سلوک ہوتی رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بھی علم بغاوت بلند کیا ہوا ہے۔ گویا یہ تھی وہ صورتحال جس نے سکھوں کو کچھ سوچنے پر مجبور کیا ہے۔ چونکہ سکھوں کے دو سو سے زائد متبرک مقامات پاکستان میں ہیں۔ وہ کم از کم سال میں چار مرتبہ پاکستان میں ان کی زیارت کو آتے ہیں اور جب وہ یہاں کے اُن لوگوں کو دیکھتے ہیں جو 1947ء سے قبل انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں تھے اور اب بڑی بڑی کاروں میں گھوم رہے ہیں تو یقیناً ان کو بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ آزاد اور خود مختار ہوتے تو شاید آج اُن کی یہ حالت نہ ہوتی۔ لہٰذا آخرکار مجبور ہو کر انہوں نے اپنی سیاسی اور اقتصادی آزادی کے لئے چارٹر وضع کیا جس کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔

(۱) جیسا کہ دسویں گورو کا حکم ہے سکھوں کی سیاسی منزل خالصہ پنتھ کی بالادستی ہے۔

(۲) مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے لئے سکھ ایک ہم نوع ریاست پنجاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جس میں موجودہ پنجاب کے علاوہ وہ تمام علاقے شامل ہوں جو پنجاب سے ناانصافی کرتے ہوئے ہماچل پردیش، راجستھان اور ہریانہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

پنجاب ایک ایسی یک لسانی ریاست ہوگی جہاں سکھ مذہب، ثقافت اور حقوق مرکزی حکومت اور ہندو اکثریت کے حملوں اور دستبرد سے محفوظ ہوں گے۔

نئے پنجاب کو دستوری طور پر سکھ ہوم لینڈ کے طور پر قبول اور تسلیم کیا جائے گا۔ صرف دفاع، خارجی اور مواصلات، کرنسی کے معاملات مرکزی حکومت کی صوابدید پر ہوں گے۔ باقی تمام محکمے صوبوں کے اختیار میں ہوں گے۔ یہ چارٹر ٹرانسفر آف پاور ایکٹ 1947ء کے عین مطابق اور حرف بہ حرف اس کا متبع ہے۔ بھارت کی تمام اپوزیشن پارٹیوں نے عملی طور پر اس چارٹر کی تائید کرتے ہوئے اسے ہندوستانی وفاق قائم کرنے کی خواہش کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ مرو اسی طرح کانگریس کو من مانے فیصلے کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ تھا سکھوں کا جرم جس کی بدولت بھارت کی سیکولر جمہوریت کے بانی آنجہانی جواہر لال نہرو کی صاحبزادی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی ہدایات پر بھارتی فوج کے جرنیلوں نے ہندوؤں کے تاریخی محسن سکھوں کے حقوق کی بازیابی کی تحریک کو کچلنے کے لئے آپریشن بلیو اسٹار ترتیب دیا اور جدید ترین اسلحہ سے لیس بھارت کی چھ ڈویژن فوج مشرقی پنجاب اور خصوصاً امرتسر اور اس کے گرد و نواح میں ظلم و جبر کی ایک ناقابلِ فراموش تاریخ رقم کی۔

دورِ حاضر میں سکھ پنتھ کے بانی گورو گوبند سنگھ کے سب سے بڑے پیروکار، جرنیل صفات کے مالک، سکھوں کے دلوں کی دھڑکن اور سکھ پنتھ کے جواں سال سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ سکھوں کے حقوق کے حصول کی جدوجہد کے لئے سکھوں کی مرکزیت کی تاریخی اور مذہبی علامت اکال تخت میں مورچہ بند ہو گئے اور اپنے جسم پر 72 گولیاں کھا کر ہندوستان سے تاراسنگھ کی دوستی کا قرض چکا دیا۔

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
لاج رکھ لی تو نے اپنے نام کی
پنتھ نے پائی ہے تازہ زندگی!
موت نکلی تیرے کتنے کام کی!

دراصل سکھوں کے اس عظیم جدوجہد کے محور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ ایک ایسی شخصیت بن کر ابھرے تھے کہ گورو گوبند سنگھ کے بعد پوری سکھ تاریخ میں کوئی ایک شخصیت بھی سکھوں کی سیاست پر اتنی اثرانداز نہیں ہوئی تھی۔ جتنی بھنڈرانوالہ کی ذات سکھ پنتھ کے سیاسی اور مذہبی منظر پر اثرانداز ہوئی ہے۔ ۳۷ سالہ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے جو راستہ اپنے لئے منتخب کیا تھا اگرچہ اس پر تنقید کرنے والوں کی کمی نہیں ہے لیکن اُس کے دل میں جو آیا وہ کر گزرا کیونکہ وہ ایک بہادر، ہیدلر، مخزالسان اور اپنی قوم کا بے باک ترجمان تھا۔ اُس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بقول شخصے

اک دن گئی دو جے کن پاٹے
ایس عشق توں دس کہ کھٹیا سو

برہمن سامراج کو للکار کر کہا۔ میں جھکالے کے آؤندا ہاں جو تیری مرضی اے کرلے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اب تک یہ فیصلہ ہی نہیں کر پائے کہ آزاد ہوں گے بھی یا غلام ہی رہیں گے۔ ابھی تک بحثیں ہی چل رہی ہیں اور بازی جیتنے کے لئے دلیلوں پر دلیلیں گھڑی جا رہی ہیں۔

بہرحال یوں تو سکھوں کی داستانِ مزاحمت ایک طویل ترین اور لازوال کہانی ہے لیکن میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اس کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس دوران میری یہ بڑی کوشش رہی ہے کہ یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ سکھوں کی جدوجہد کوئی مذہبی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ خالصتاً قومی حقوق کی جدوجہد تھی جو آگے چل کر بتدریج قومی آزادی کی جنگ میں تبدیل ہو گئی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ کوئی قومی آزادی کی جدوجہد نہیں ہے وہ کور چشمی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ چونکہ ہندوستان کی تمام اپوزیشن جماعتیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مذہبی جھگڑا نہیں بلکہ قومی حقوق کی جنگ ہے۔

••

---

## باغی نجیب اللہ کے کتنے قریب آ گئے تھے کہ اس کا اندازہ صدارتی محل کے نقصانات سے ہوتا ہے

بقیہ:۔ باغی کمیونسٹ کی حمایت

محمد یونس خالص نے کہا ہے کہ نجیب یا شاہنواز میں کوئی فرق نہیں اور حالیہ بغاوت کے ذریعہ روس نے مسلمانوں کے ہاتھوں افغانستان میں کمیونسٹوں کو برسراقتدار لانے اور مجاہدین میں اختلافات پیدا کرنے کی سازش کی ہے۔ روسیوں نے ایک سازش کے تحت شاہنواز تنائی کے ذریعہ نجیب کو ہٹانے کا منصوبہ بنایا کیونکہ روس کو اس بات کا احساس ہے کہ نجیب کے جانے کے بعد اس کے ہمنواؤں کے لئے افغانستان میں جگہ نہیں ہو گی۔ انہوں نے کہا کمیونسٹ فوجی افسروں کے ساتھ دفاعی کونسل میں شمولیت مخلوط حکومت میں شمولیت کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ افغانستان کی حالیہ بغاوت کی کامیابی کی صورت میں گلبدین نے حکمت یار جنرل تنائی کی مخلوط حکومت میں شمولیت اختیار کر لیتے۔ اسی بنیاد پر گلبدین کے گروپ حزب اسلامی نے جنرل تنائی کا ساتھ دیا ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ اگر افغانستان کی خانہ جنگی میں تیزی آئی تو وہ کشمیر کے مسئلہ کی شدت کو کچھ دھیما کر دے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس وقت پاکستان کی مشرقی اور مغربی دونوں سرحدیں شورشوں کی زد میں ہیں۔ یہ صورت حال یقیناً بے نظیر حکومت کے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتی ہے۔ اس وقت وزیر اعظم کے تدبر، فراست اور سیاسی حکمت عملی کا امتحان ہے۔ وہ اس امتحان سے کس طرح سرخرو ہو کر نکلتی ہیں اسی پر ان کی حکومت کی طوالت کا دار و مدار ہے۔

قوم کی اصلاح کے لئے نظام مصطفےٰ

کا نفاذ ضروری ہے تاکہ

معاشرہ شفا پذیر ہو سکے

دیوبندی علما کا ایک ایسا طبقہ بھی تھا

جس نے مسلم لیگ اور قائد اعظم کے خلاف

شرک و بدعت کی توپیں داغیں

# پاکستان بنانے میں علماء و مشائخ کا کردار مرکزی رہا ہے

## جماعت اہلسنت کے رہنما حضرت پیر غلام صدیق احمد نقشبندی سے ایک ملاقات

آج کے اس پُرفتن دَور میں عام تاثر یہی پایا جاتا ہے کہ پیری مریدی کے بھیس میں عیاری و مکاری اور نفس پرستی کا دور دورہ ہے مگر افتخار المشائخ پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ پیر غلام صدیق احمد نقشبندی سے مل کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آج بھی اللہ کے نیک بندوں اور برگزیدہ ہستیوں کا فیض جاری وساری ہے اور اس دنیا میں نیک و متقی لوگوں کا وجود عنقا نہیں۔

حضرت موصوف کے دل میں جدید تقاضوں کے مطابق دور حاضر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا بہت گہرا جذبہ موجود ہے۔ وہ خاندانی اعتبار سے تو پیر ہیں مگر روایتی پیر نہیں ہیں جو لوگ صحیح معنوں میں اہل دل ہیں یہ ان کی جیتی جاگتی خوبصورت تصویر ہیں ؎

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی عقیدت ومحبت اور عشق و مستی کا یہ عالم ہے کہ اب تک متعدد بار حج وعمرہ کی حاضری سے مشرف ہو چکے ہیں۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ان کے سامنے نام لیا جاتا ہے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ نعت خوانی بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "نعت" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تصور کو ہی اجاگر نہیں کرتی بلکہ عشق و محبتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فروغ میں اہم کردار بھی ادا کرتی ہے۔ جس سے مردہ دلوں میں روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔

حالات وسیاستِ حاضرہ کا گہرا مطالعہ بھی رکھتے ہیں اور وطن عزیز میں نظام مصطفےٰ کے مکمل نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لئے عرصہ دراز سے سرگرم عمل

عبدالرزاق نقشبندی

ہیں اور اس سلسلہ میں کئی ایک کتابچے بھی تحریر فرما کر عوام وخواص میں ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کر چکے ہیں

گزشتہ روز حضرتِ موصوف لاہور تشریف لائے تو اپنے مرید خاص اور خلیفہ مجاز الحاج صوفی مہردین نقشبندی کی رہائش گاہ "کاشانۂ نقشبندیہ" سنت نگر لاہور میں ٹھہرے جہاں ایک محفل میں ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کی گفتگو کو نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

سوال: موجودہ زوال میں علماء و مشائخ بڑی حد تک ذمہ دار قرار پاتے ہیں اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ علماء و مشائخ رشد و ہدایت کے عظیم مینار ہیں۔ معاشرے میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہیں۔ خدا کے نظام و کلام کو یہ لوگ کما حقہٗ جانتے ہیں اس لئے ان کا فرض ہے کہ احکام الٰہی کو امتِ محمدیہؐ تک پہنچائیں۔ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے فرمودات پر عمل کرنا بھی نہایت ضروری ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مشائخ کی بزرگ جماعت اس لئے پسند ہے کہ یہ صداقت اور حقانیت پسند ہیں۔ پاکستان بنانے میں ان کا کردار مرکزی رہا ہے اور اب بھی اس کی سالمیت وتحفظ کے لئے بہتر طور پر خدمات انجام دے سکتے ہیں بگڑتے ہوئے معاشرے کو اپنی ڈگر پر لانے کے لئے مشائخ عظام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ سادگی ہمارے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس لئے ہمارے تمام افعال و کردار اور گفتار سے پر دقار سادگی کا اظہار ہونا چاہیئے اور ہماری سیج دھج بود وباش اس

نوعیت کی ہو کہ عوام ہمیں اپنے میں سے شمار کریں۔ مگر افسوس کہ بعض کالی بھیڑیں مشائخ کی اس برگزیدہ جماعت میں شامل ہو گئی ہیں جو شریعت مطہرہ کی پابندی کو نعوذ باللہ مولوی کا دین، نماز روزہ کی پابندی سے اپنے آپ کو آزاد اور اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ و بالا مخلوق گردانتے ہوئے باقی مخلوق کو حقیر و ذلیل شمار کرتے ہیں جس کی وجہ سے اکثر لوگ متنفر ہونے لگے ہیں۔ لہٰذا ایسے دکانداروں سے عوام کو اجتناب برتنا چاہیئے۔

سوال :۔ موجودہ معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے۔؟

جواب :۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مکمل ضابطۂ حیات سے نواز رکھا ہے۔ قرآن پاک اس پر شاہد ہے کہ جہاں پر انسان اس سے فیوض و برکات حاصل کر کے بلند ترین روحانی مقام اور درجات حاصل کر سکتا ہے وہاں پر یہ مومنین کے لئے شفاء بھی ہے لہٰذا ہمارے معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہم "نظام مصطفےٰ" کو ملک میں مکمل طور پر نافذ کر دیں تاکہ یہ سسکتا ہوا بیمار معاشرہ شفاء پذیر ہو اور انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنی صحت مند روایات پر قائم ہو جائے۔ اس ایک طریقہ سے معاشرے کی اصلاح ممکن ہے ورنہ آئے دن ڈکیتی چور بازاری

درود خضری شریف
کو حضرت خضر علیہ السلام کی
طرف منسوب کیا گیا ہے

غنڈہ گردی، قتل و اغواء، رشوت ستانی، بدکرداری بداخلاقی سنسنیات اور لاقانونیت جیسے جرائم میں جو بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے اس پر قابو پانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

سوال :۔ کیا علماء کے کسی گروہ نے تحریک پاکستان کی مخالفت بھی کی تھی۔؟

جواب :۔ جی ہاں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جہاں ایک طرف علماء اہلسنت علماء و مشائخ کا مقدس گروہ تحریک پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی حمایت میں سرگرم عمل تھا وہاں فضل و فیضی کا حاشیہ بردار، گاندھی کا پیروکار اور مفاد پرست دیوبندی علماء کا ایک ایسا طبقہ بھی تھا جس نے مسلم لیگ اور قائداعظم کے خلاف شرک و بدعت کی توپیں داغتے ہوئے مسجد و منبر کی تکریم و تحریم کو گاندھی کے پاؤں میں روند ڈالا اور تحریک پاکستان کی مخالفت شروع کر دی۔ بلکہ آج بھی ان کے پیروکار اور مخالفین تحریک پاکستان علی الاعلان کہتے پھرتے ہیں کہ "شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے"۔

لہٰذا حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ وہ ایسے عاقبت نااندیش مفاد پرست علماء یا ایسی جماعتیں جنہوں نے پاکستان اور قائداعظم کی مسلم لیگ کے خلاف کام کیا ان سے محتاط رہے اور ان کے دیرینہ کینہ پر نظر رکھے، جبکہ اس کے برعکس ان تنظیموں اور علماء و مشائخ کی قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی کی جائے۔ کہ جنہوں نے تحریک پاکستان میں مثبت کردار ادا کیا۔

سوال :۔ آپ کا شمار چونکہ بزرگ اور متقی لوگوں میں ہوتا ہے اس لئے آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ وہ کونسا وظیفہ ہے جس کے پڑھنے یا اس پر عمل کرنے سے آپ کو ہر سال روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری نصیب ہو جاتی ہے

جواب :۔ یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ جس خوش قسمت مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہو جائے اس کی بگڑی بن جاتی ہے۔ اور اس کی ہر دلی خواہش اور مراد پوری ہو جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا مجھ بندۂ ناچیز پر خاص فضل و کرم اور پیارے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم اور عطا ہے کہ میں جس چیز کی خواہش کا اظہار کرتا ہوں وہ پوری ہو جاتی ہے۔ ؎

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

باقی کچھ بزرگان دین و سلف صالحین کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف بھی ہیں جن پر عمل کرنے سے خود کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

ایسے ہی ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں نے ایک وظیفہ بتایا ہے جس کو کثرت کے ساتھ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اپنے گھر پاک اور روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری نصیب فرما دیتا ہے۔ وہ وظیفہ ہے درود خضری شریف (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ) ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ یہ ان کا رائج

کردہ ہے۔ چنانچہ ہمارے بزرگان دین کا فرمان ہے کہ جو شخص اس وظیفہ کو کثرت سے پڑھے گا۔ اس کو روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یقیناً حاضری نصیب ہو گی۔ بزرگوں نے خود بھی اس درود خضری شریف کو وظیفے کے طور پر پڑھا، مرادیں پائیں اور آگے اپنے ارادت و عقیدت مندان کو بھی اسے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی وظیفہ کا فیضان ہے کہ بندۂ عاصی متعدد بار روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری سے مشرف ہو چکا ہے۔

آخر میں پیر صاحب نے فرزندان توحید اور شمع رسالت کے پروانوں کے نام ایک پیغام میں کہا کہ اپنے عقائد پر پختگی سے کاربند رہیں کیونکہ ہمارے عقائد نہ صرف قرآن و سنت کی روشنی میں حقیقی اور سچے ہیں بلکہ اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے ان کی حقانیت کو سائنسی ایجادات سے بھی ثابت کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ نماز روزہ و دیگر نیک اعمال پر سختی سے عمل پیرا رہیں تاکہ دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کر سکیں۔ انہوں نے تمام علماء، مشائخ اور عوام اہل سنت سے اپیل کی کہ وہ آپس میں شیر و شکر ہو کر ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم رہیں تب جا کر نظام مصطفےٰ کی منزل حاصل کر سکتے ہیں ورنہ اگر دشمن کی دولت و گھمنڈ میں آ گئے تو پارہ پارہ ہو جاؤ گے اور اپنی منزل بھی کھو بیٹھو گے۔

# سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر
## اعتراضات اور اُن کے مسکت جوابات

غیر مسلم مستشرقین جنہوں نے غیر جانبداری کے ساتھ اور تعصب سے بالا ہو کر اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے، وہ اکثر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلام کا فلسفۂ حیات انسان کے فطری تقاضوں کو جو پورا کرنے کا جو اسلوب اپنایا وہ آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسے چودہ سو سال پہلے تھا اور یہ کہ اسلام ایک ایسا حسین معاشرہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو موجودہ دور کے اُلجھے ہوئے مسائل کو بھی اس طریق سے حل کرتے ہیں دوسرے تمام ادیانِ عالم پر سبقت لے جائے۔

ادھر بعض مستشرقین کا ایک طبقہ اس کوشش میں رہا کہ اسلام کے حسین چہرے پر کوئی نہ کوئی داغ لگایا جائے اور اسی مقصد کی کوشش میں اس طرح جھلکا کہ اسلام (اسوۂ محمدی) کا اصل چہرہ نظر آنے لگا۔

اسی وقت میرے پیش نظر جرمن مستشرق پروفیسر اینماری شمل جو ڈاکٹریٹ کی دو ڈگریاں رکھنے والی عالمی شہرت کی مالک ہیں اور جنہوں نے حال ہی میں ہارورڈ یونیورسٹی (امریکا) میں علوم شرقیہ پر تدریس کا اعزاز حاصل کیا ہے، کے دو اقتباس ہیں، جو انہوں نے حال ہی میں اسلام اور بانی اسلام کی ذات

**مبشر اسلام جناب فضل الٰہی نوری**

بابرکات پر لکھے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر این ماری شمل اسلام پر اپنی کتاب کے تعارفی مضمون میں قرآن اور اس کی تعلیم کے زیر عنوان رقم طراز ہیں۔

"آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے لئے صرف عبد بنا پسند کیا، وہ عبد" جس کی طرف وحی "نازل ہوئی ہے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قرآن (کریم) میں موجود بعض معجزات (از قسم معراج اور شق القمر) سے اشارہ پا کر اسلام کے ترقی یافتہ دور نے اقاصیص کے ایک لمبے سلسلے کو جنم دیا جس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آہستہ آہستہ "انسان کامل" کے درجہ پر لاکھڑا کر دیا بلکہ کلمۂ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کا متواتر ذکر ان خیالات کو تقویت پہنچانے کا موجب بنا۔"

(DIERELIGION DER MENSHHEIT PAGE NO. 803)

## دو اعتراض

اس عبارت میں اسلام اور بانی اسلامؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات بابرکات پر دو اعتراض ہوتے ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف عبدہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے لئے اسی مرتبہ کو پسند فرمایا مگر مسلمانوں نے بعد میں غلو کر کے آپ کو انسان کامل کا درجہ دے دیا، دوسرے یہ کہ کلمۂ طیبہ میں خدا تعالیٰ کے نام کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

(محمد رسول اللہ) کی موجودگی اس مزعومہ مبالغہ آرائی کو تقویت پہنچانے کا باعث ہوئی ہے۔

اصل عبارت میں (جو جرمن زبان میں ہے) "عبد" (جس کی طرف وحی ہوتی ہے) کے الفاظ واوین (" ") کے اندر ہیں جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ گویا قرآنی الفاظ کا ترجمہ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں کہیں بھی یہ الفاظ نہیں آئے۔ بلکہ بشر مثلکم یوحی الی آیا ہے۔ یعنی "عبد" KNECHT کا لفظ نہیں ہے، بلکہ "بشر" یعنی انسان MENSEN کا لفظ ہے۔ یہ بھی موصوف کی قرآن کریم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

## عدمِ علمی

قطعی ناواقفیت پر مبنی یہ اعتراض کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "عبد" ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور "انسانِ کامل" ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا" اسلام اور اس کے منابع سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو "بشر" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ ایسا "بشر" جس پر خداتعالیٰ نے اپنی وحی یعنی اپنا کلام نازل فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بارہا ایک "عبد" کے طور پر پیش کیا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، انسانِ کامل نہیں تھے۔ یا یہ کہ آپ کا دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اقوال زریں اس پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ ﷺ نے انسانِ کامل ہونے کا دعویٰ فرمایا اور نہ صرف دعویٰ فرمایا، بلکہ اپنے عظیم اور بے مثال کردار، اپنے منصب جلیل اور اخلاقِ حسنہ کی بدولت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وجود میں ثابت کرکے دکھایا۔ جہاں تک عبد یا بشر ہونے کا تعلق ہے جو مورد وحی الٰہی ہو اس میں تو سب انبیاء کرام (علیہم السلام) شامل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس لفظ پر زور دیا گیا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بار بار اپنے لئے عبد اور بشر کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مقصد یہ تھا کہ کہیں آپ ﷺ کے متبعین آپ کو عبد کے بجائے غیر عبد یا فوق البشر صفات کا حامل قرار نہ دیدیں جیسا کہ بعض گزشتہ انبیاء کی نسبت ہوا۔

خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوتے ہوئے اور تمام بشری لوازمات رکھتے ہوئے کس طرح دو ہزار سال سے عیسائی آپ ؑ کو فوق البشر اور خدائی صفات کا حامل قرار دیتے چلے آ رہے ہیں" مگر انسانِ کامل ہونے سے نہ تو بشر ہونے کی نفی ہوتی ہے اور نہ یہ عقلاً محال ہے کہ ایک بشر اپنے بشری کمال میں اس قدر ترقی کرے کہ وہ عام بشر نہ رہے بلکہ بشریت کے تمام کمالات پیدا کرکے اکمل ترین انسان بن جائے۔

سوال یہ ہے کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انسانِ کامل تھے؟۔ اور۔ کیا حضور ؑ کا یہ دعویٰ تھا کہ بشری کمالات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدرجۂ اتم عطا کئے گئے ہیں؟ اس ضمن میں احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے بار بار یہ دعویٰ فرمایا اور مختلف پیرایوں میں فرمایا۔ مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے اور یہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ، جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے تیرے وجود کی تخلیق منظور نہ ہوتی تو میں اس کائنات کو پیدا نہ کرتا۔" گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تمام موجودات عالم کی علتِ غائی ہے۔ اب جو "عبد" یا "بشر" یا "انسان" یہ مرتبہ رکھتا ہے کہ تمام مخلوقات ارضی و سماوی اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں، تو کیا وہ ایسا انسان نہیں جس کا مرتبہ اور درجہ دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے۔

اب اگر ایسے وجود باوجود کو انسانِ کامل نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی، کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نوری وجود پیدا کیا وہ میرا ہی وجود تھا۔ اس حدیث سے بھی اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کا وجود وہ نور مجسم ہے جس کی پیدائش کے ساتھ، عالم کی پیدائش وابستہ تھی اور جو مقصودِ الٰہی اور منتہی تھا بنی نوع انسان کی تخلیق کا اور جو وجود، اس ساری مخلوق کا مقصود اور منتہیٰ ظاہر ہے کہ اس کے بشری کمالات، نوعِ انسانی کے تمام افراد سے بڑھے ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ بشرِ کامل یا انسانِ کامل ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے: اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ (یعنی میں تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں) اور سردار وہی ہوتا ہے جو اپنی استعدادوں اور کمالوں میں تمام دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

> صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
> نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی
> جاں نثاری اور وفاداری کا ثبوت دیا کہ تاریخ
> عالم اسکی مثال پیش کرنے سے عاری ہے

حدیثوں کے ضمن میں اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ حدیثوں کا کیا اعتبار، قرآن کریم سے اس دعوے کو ثابت کرکے دکھایا جائے، کیونکہ قرآن کریم میں آپ ﷺ کو صرف بشر کہا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر امت قرار دیا ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ ﷺ خیرالبشر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے خیر امت کہلائے۔ بقول ایک بزرگ ؎

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل ؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا تمام گزشتہ انبیاء کی امتوں سے بڑھ کر ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افاضۂ روحانی اور منصب نبوت میں تمام انبیاء سے بڑھ کر ہیں اور جب ہر نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے تو وہ شخص جو تمام انبیاء کا سردار ہے کیا وہ تمام بنی نوع انسان کا سردار نہیں ہوگا؟ وہی تو کامل ترین انسان ہوگا۔

## خاتم النبیینؐ کا خطاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود قرآن کریم میں خاتم النبیین کے خطاب کا وارد ہونا بھی اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ (خاتم النبیین ؐ کے معنی خواہ "آخری نبی ؐ" ہوں یا اس کی تعبیر "نبیوں کی آخری مہر" کی جائے) مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء علیہم کے بعد مبعوث ہوکر بحیثیت نبی آخر، آخری اور کامل شریعت لائے جیسا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ سے ظاہر ہے اور بوجہ اس کے کہ آپ ﷺ "مہر" ہونے کے لحاظ سے تمام انبیاء علیہم السلام کے مصدق ہیں۔ پس تمام نبیوں سے افضل ٹھہرے اور تمام امتوں یا تمام بنی نوع انسان سے بھی افضل اور اکمل وجود قرار پائے۔

قرآن کریم اور احادیث مقدسہ دونوں کی رو سے آپ کا انسانِ کامل ہونے کا دعویٰ اظہر من الشمس ہے۔ رہے آپ کے اعمال تو جس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی ہی میں ایک ایسی جماعت تیار کردی جو اسکے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے تیار تھی جس نے اپنے اموال، اپنی جانیں، اپنی اولادیں اور اپنی عزتیں آپ کے قدموں پر نچھاور کردیں اور جس کے لائے ہوئے دین پر ۱۴ سو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اسی طرح عمل کیا جاتا ہے جس طرح چودہ سو سال پہلے عمل کیا جاتا تھا۔ وہ ذات پاک (علیہ التحیۃ والتسلیم) ایسی تھی جو اپنے فطری کمالات اور افاضۂ روحانی میں باقی سب انبیاء (علیہم السلام) سے افضل

باقی صفحہ ۵ پر

کی جانی چاہیے جو سرگرم ہیں۔ ظاہر ہے سرگرم عمل تو حریت پسند جوان ہیں، بقیہ سے تو بات چیت کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اب بیوروں نے حریت پسندوں کے لیے "دہشت گردوں" کی اصطلاح استعمال کرنا ترک کر دیا ہے حالانکہ ایک موقع پر انہوں نے ان نوجوانوں کو مجاہدین آزادی بھی قرار دیا تھا۔ انہوں نے کشمیر کے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ آج وادی میں سینما، شراب کے بار اور دوسرے تفریحی مقامات بند پڑے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عوام پر کس کا حکم چل رہا ہے گورنر کا یا "ان کا"۔

نیشنل کانفرنس کے عبدالغنی لون جو ان دنوں زیر علاج ہیں بستر پر پڑے پڑے ہی عوام کے ساتھ اپنی ہمدردی ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ کشمیر کی پرانی لیڈرشپ سب کی سب قطعی غیر موثر ہو چکی ہے۔ آج عوام کے خیال میں ہم ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان دیوار کی طرح حائل ہیں۔ انہوں نے بڑے دلگیر انداز میں کہا کہ خدا ہندوستان کے لیڈروں کو عقل دے کہ وہ کشمیر کے مسئلہ کے پس منظر کو صحیح تناظر میں سمجھ سکیں اور ریاستی عوام کے تئیں اپنے وعدوں کا مثبت جائزہ لے سکیں تاکہ سب کے لئے قابل قبول حل نکل سکے۔

اسی طرح فاروق عبداللہ کے دیرینہ حریف میرواعظ مولوی فاروق کا بھی کہنا ہے کہ اس وقت صورتحال انتہائی دھماکہ خیز ہے انتہائی نازک ہے آج جو کچھ بھی یہاں ہو رہا ہے وہ کوئی دفعتاً اٹھ کھڑا ہونے والا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کی ۴۴ سالہ تاریخ ہے انہوں نے کانگریس کی کشمیر پالیسی کو نوآبادیاتی قرار دیا اسے انتہائی استبدادی قرار دیا ان کا کہنا ہے کہ راجیو فاروق اکارڈ ہی موجودہ حیثیت کی جڑ ہے۔

میرواعظ کے اس بیان سے جموں کشمیر کانگریس کے سابق ... غلام رسول کار کے اس حالیہ بیان کی تائید ہوتی ہے جس میں انہوں نے کشمیر کے موجودہ کرائسس کے لیے کانگریس سمیت تمام پارٹیوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ انہوں نے نئے گورنر کے آنے کے بعد کے واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ "ان کے گورنر بننے کے بعد سے وادی میں کشمیری لوگوں کا کھلا قتل عام ہوا ہے۔ بے اطمینانی جو صرف قصبات تک محدود تھی آج گاؤں گاؤں پھیل گئی ہے اور لوگوں میں اب یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ کوئی ان کی گم گشتہ ایسی چیز ضرور ہے جس کے لئے جنگجوؤں نے لڑائی چھیڑ رکھی ہے" کار کے مطابق ۱۹ جنوری یعنی جب سے جگموہن نے گورنری سنبھالی ہے۔ وادی کے لوگ نماز جمعہ ادا نہیں کر سکے ہیں۔ یا تو فائرنگ ہوتی ہے یا پھر کرفیو لگا ہوا ہے۔ فائرنگ بھی بنا مجسٹریٹ کے آرڈر کے ہوتی ہے ہندوارہ میں جب پولیس

## مقبوضہ کشمیر میں اخبارات کا گلا گھونٹ دیا گیا

کے ایک اسسٹنٹ کمشنر نے فائرنگ آرڈر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تو نیم فوجی تنظیموں کے جوانوں نے اس کی خوب پٹائی کی۔

غلام رسول کار جو ریاست کے ایک پرانے کانگریسی لیڈر ہیں اور کانگریس کے جنرل سیکریٹری غلام نبی آزاد کے سابق پروردہ ہیں۔ انہوں نے گزشتہ دنوں اخبار والوں سے بہت دلچسپ باتیں کی ہیں۔ جو "کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ" کی بہترین مثال ہیں۔ مثلاً غلام رسول کار نے دفعہ ۳۷۰ کی شکل بگاڑنے کے سلسلے میں کہا کہ نہ جانے کیوں کشمیر سے صدر ریاست اور وزیر اعظم کے عہدوں کے نام تبدیل کر کے گورنر اور وزیر اعلیٰ کر دیئے گئے آخر اس تبدیلی کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جاتا یہی بات تو عرصہ دراز سے کشمیری عوام کہتے آئے ہیں مگر اب اظہار تاسف سے کیا ہوگا کیونکہ یہ کام تو کانگریس نے ہی کیا تھا؟ اگر دفعہ ۳۷۰ اپنی اصلی شکل میں قائم رہتی تو آج شاید موجودہ صورتحال کی نوبت نہیں آتی؟

جہاں تک چیخ چیخ کر موجودہ گورنر جگموہن کی مخالفت کرنے والے سابق وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ کا تعلق ہے وہ ان دنوں اپنی عادت کے برخلاف سری نگر میں ہی موجود ہیں لیکن اخباری نمائندوں کے لئے تحریری بیان تو داغ رہے ہیں مگر بالمشافہ گفتگو کسی اخبار والے سے نہیں کرتے کیونکہ اخبار والوں کے سوالات یقیناً موجودہ حالات میں ان کے لئے بڑی خجالت کا سامان لئے ہوتے ہیں آج وہ جگموہن کی مخالفت میں زمین و آسمان ایک کئے ہوئے ہیں مگر کیا اس بات کا جواب ان کے پاس ہے کہ جگموہن کو کشمیر کی سیاست میں داخل کرنے والی خود ان کی سیاسی حلیف کانگریس پارٹی تھی اور انہی جگموہن کی گورنرشپ کے دوران وہ ایماندارانہ الیکشن ہوئے تھے جس میں وہ کانگریس کے ساتھ مسند اقتدار پر بیٹھے تھے۔

ہماری اطلاعات کے مطابق اس میں مرکز نے کشمیر کے گورنر جگموہن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں ورنہ مرکز میں تو آخر تک یہی خیال تھا کہ اس مسئلے کا سیاسی حل ڈھونڈا جائے اور کسی طرح فاروق عبداللہ کو راضی کر کے وہاں دوبارہ عوامی حکومت قائم کی جائے جو اپنے فلاحی اقدامات سے عوام کے دل جیت لے البتہ اس نئی حکومت میں کانگریس شامل نہ ہو مگر جس طرح فاروق جگموہن کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے اسی طرح جگموہن فاروق کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے بھی دھمکی دے دی تھی کہ اگر فاروق کو دوبارہ وزیر اعلیٰ بنایا گیا تو وہ مستعفی ہو جائیں گے۔ انجام کار مرکز نے طے کیا کہ کشمیر کے مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرنے کے بجائے انتظامیہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس طرح اس ناعاقبت اندیشانہ فیصلے کے طفیل فاروق عبداللہ ناک آؤٹ ہو گئے۔

قاضی نثار اور ان کا گروپ جس نے ۱۹۸۷ء کے الیکشنوں میں کشمیر میں زبردست ادھم مچا رکھی تھی اس وقت خاموشی کے ساتھ صورتحال پر نظر رکھے ہوئے ہے مسلم متحدہ محاذ کے دوسرے گروپ بھی صورتحال کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جموں کشمیر کانگریس کے صدر شفیع قریشی صاحب اور ان کی جماعت تو فاروق عبداللہ کے استعفیٰ کے بعد سے لگتا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھ گئے ہیں۔

سینئر کشمیری قیادت کا تذکرہ کرنے کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جب کشمیر کی موجودہ سیاسی و مذہبی جماعتیں سب بے دست و پا ہو چکی ہیں۔ جس کا خود بہت سے لیڈر اعتراف کر چکے ہیں تو پھر آخر مرکزی حکومت کشمیر کے مسئلہ پر کل جماعتی کانفرنس بلا کر مقصد حاصل کرے گی؟ اس بات چیت سے کیا حاصل ہوگا؟

عقل کی بات تو یہ ہے کہ حکومت ان ناراض حریت پسند جوانوں سے بات کرے اسمبلی تحلیل ہونے کے بعد سیاسی جماعتوں کی مدد سے کسی حل تک پہنچنے کی امید تو فضول ہے اور نہ ہی اسمبلی کو دوبارہ بنا الیکشن کے بحال کیا جا سکتا ہے۔

آج کا کشمیری پرانے زمانے کا لالچی کشمیری نہیں رہا ہے وہ اپنے جوانوں کے خون سے آلودہ ہاتھوں سے کوئی تحفہ لینا قبول نہیں کرتا کچھ عرصے پہلے حکومت کشمیر نے مرنے والوں کے خاندان کے لئے کچھ رقوم دینے کا اعلان کیا تھا مگر کوئی خاندان یہ ریلیف لینے نہیں آیا۔ اسی لئے ان کے موڈ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۲۳ فروری کو جس روز مفتی سعید نے کشمیر میں ان اسکیموں کا اعلان کیا۔ اسی روز سری نگر کے مختلف علاقوں میں دختران ملت کے زیر اہتمام خواتین کا زبردست جلوس

باقی صفحہ ۵۰ پر

### تحریک نظام مصطفیٰ کی جدوجہد میں

# مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات

پاکستان میں جب بھی نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کا ذکر آتا ہے مولانا شاہ احمد نورانی کی تصویر خود بخود دماغ میں ابھرنے لگتی ہے اس لئے کہ نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی اصطلاح کو عام اور مقبول بنانے میں جتنا ان کی پُراثر شخصیت اور مسلسل محنت و جدوجہد کا اثر ہے کسی اور کا نہیں۔ مولانا نے اسمبلی کے ایوان میں (۱۳ اپریل ۱۹۷۲ء کو) مقام مصطفیٰؐ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی بات کر کے ان اصطلاحات کو ملک کے سب سے بڑے ایوان تک پہنچایا اور پھر ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء کو جب خانیوال میں انہیں جمعیت علماء پاکستان کا صدر منتخب کیا گیا اور انہوں نے صدر کی حیثیت سے اپنی پہلی تقریر میں اس امر کا اعادہ کیا کہ ہمارا مقصد نظام مصطفیٰؐ کا تحفظ ہے۔ اس دن سے آج تک انہوں نے بلا مبالغہ ہزاروں تقریریں کی ہیں مگر شاید ہی کوئی تقریر ایسی ہو جس میں اس کا اعادہ نہ ہو اور پھر اتحاد کی انتخابی مہم کے دوران لاکھوں افراد کے بڑے بڑے اجتماعات میں اپنی مختصر سے مختصر اور بڑی سے بڑی تقریر میں وہ اس نعرے کا برملا اعلان کرتے رہے۔ ۷۳ء سے ۱۹۷۵ء تک اس نعرے کے خلاف اخبارات و رسائل میں مضامین چھپتے رہے۔ اداریے بھی لکھے گئے۔ تقریریں بھی کی گئیں لیکن مارچ ۱۹۷۷ء میں وہ مرحلہ بھی آ گیا جب اس نعرے کے مخالف بھی اسے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بعض دانشور حضرات نے اس اصطلاح کو غلط ثابت کرنے کے حق میں دلائل دیئے ہیں لیکن ان کی بہترین قانون دانی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ سے جذباتی وابستگی کو کم نہ کر سکی۔ یہ ضرور ہے کہ انہوں نے اپنی کوششوں سے شاید جنرل ضیاء الحق صاحب کو اس امر پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنی تقریروں میں "نظام اسلام" کی اصطلاح استعمال کریں۔ نظام مصطفیٰؐ کی نہیں، لیکن قوم کے دل آج بھی اسی نعرے کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور ان کے نزدیک اسلام کا تصور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر بے معنی ہے۔

**ماضی کی ایک جھلک**

تحریک کے دوران بھی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا نعرہ ہی تحریک کی جان بنا رہا۔ ہم نے تحریک کے زمانے کے اخبارات کی فائلوں کو ۹ مارچ سے ۳۰ جون تک دیکھا تو ہمیں صرف مولانا ہی کی شخصیت ایک ایسی شخصیت نظر آئی جس نے بڑے تواتر کے ساتھ نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کو تحریک کا مقصد قرار دیا ہے۔ کوئی دن شاید ہی ایسا ہو کہ جس دن اخبارات میں مولانا کی یہ تقریر، بیان یا خطاب نہ چھپا ہو کہ تحریک کا مقصد نظام مصطفیٰؐ کو اقتدار پر لانا ہے۔ یہ نعرہ وہ اس وقت بھی لگا رہے تھے جب صدر کی شاہراہوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں اور اس وقت بھی جب گڑھی خیرو کی تنگ و تاریک حوالات میں ان کے صبر و ضبط کا امتحان لیا گیا۔ مذاکرات کی میز پر بھی یہ بات ہوئی کہ نظام مصطفیٰؐ کا نعرہ مولانا نورانی کا نعرہ ہے۔

۱۹۷۱ء سے لے کر آج تک کی سیاست کا جائزہ لیا جائے تو مولانا نورانی متحدہ جدوجہد کا محور نظر آتے ہیں۔ ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء کو مغربی پاکستان کی اقلیتی جماعتوں کے اراکین قومی

> **مولانا نورانی نے نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی اصطلاح کو عام کیا**

اسمبلی کا پہلا اجتماع دہلی مسلم ہوٹل میں مولانا نورانی ہی کی دعوت پر ہوا۔ متحدہ جمہوری محاذ کے قیام کا فیصلہ اسلام آباد میں مولانا کی تحریری دعوت اور تجویز پر کیا گیا اور تاریخی اسلام آباد ڈیکلریشن کا اعلان کرنے والے بھی وہی تھے پھر جنوری ۷۷ء میں کون نہیں جانتا کہ اتحاد کا قیام ان کی اور ان کی جماعت کی جانب سے نشستوں کی قربانی کے بعد ہی ممکن ہو سکا۔ بلاشبہ مولانا نورانی تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخیل ہیں اور انہیں سالارِ قافلہ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب شاہراہ قائدین پر ۵ لاکھ افراد کے اس عظیم جلسے میں دیا گیا جس سے تحریک میں انہوں نے اور ائیر مارشل اصغر خان نے خطاب کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی جدوجہد سے سرمو انحراف نہ کیا۔ اس کٹھن راہ میں شاہ فرید الحق جیسے مردِ حق نے ساتھ دیا تو بڑے بڑے زہد و تقویٰ رکھنے والے پیر صاحب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن باوجود صحت کی خرابی کے مولانا کی جدوجہد اس پُرخطر اور پُرکٹھن راستے پر نہیں رکی۔ وہ اپنے جواں ہمت ساتھیوں کے ساتھ اس منزل کی طرف گامزن ہیں۔ مولانا نے اس راہ میں ماضی میں کیا کیا صعوبتیں برداشت کی ہیں تاریخ کی یاد دہانی کے لئے گڑھی خیرو کی داستان پیشِ خدمت کی جاتی ہے۔

## گڑھی خیرو کی اسیری

ضلع جیکب آباد کی وہ تحصیل ہے جو سندھ کی آخری حدود پر واقع ہے۔ اس شہر کی آبادی لگ بھگ دس ہزار ہے۔ بجلی کا انتہائی ناقص انتظام ہے۔ گرمی میں مچھروں کی اس قدر بہتات ہے کہ باہر سے آیا ہوا آدمی ایک لمحے کے لئے بیٹھ نہیں سکتا۔ یہاں گرمی عروج پر ہوتی ہے۔ کوٹ لکھپت جیل کی کال کوٹھڑی اس لحاظ سے گڑھی خیرو کی حوالات سے کہیں بہتر ہے کہ وہاں نہ تو اتنی گرمی ہے اور نہ ہی وہاں مچھروں کی اس قدر بہتات ہے۔ گڑھی خیرو کے بارے میں بعض تجربہ کار سرکاری ملازمین کا کہنا ہے کہ جب ملازمین کو کالے پانی کی سزا دینی ہوتی ہے تو انہیں گڑھی خیرو بھیج دیا جاتا ہے۔ گڑھی خیرو کے سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ برسر اقتدار قوت جس شخص سے سب سے زیادہ خطرہ محسوس کرتی ہے اسے گڑھی خیرو بھیج دیتی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی جو کہ ایک منفرد عالم دین ہیں، حافظ قرآن ہیں، بہترین قاری ہیں، بین الاقوامی شہرت یافتہ مبلغ اسلام ہیں، جدید و قدیم علوم پر مہارت رکھتے ہیں، اہم عالمی زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں، کروڑوں سوادِ اعظم کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید ہیں، تبلیغی مقاصد کے لئے دنیا کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ سینکڑوں غیر مسلموں کے دل اسلام کے نور سے منور کر دیئے ہیں، لاکھوں مریدین کے شیخ طریقت اور حق گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس پائے کی شخصیت کو پاکستان کے گرم ترین علاقے کی حوالات میں قید تنہائی میں رکھا گیا تھا کہ شاید اس طرح ان کے موقف میں تبدیلی لائی جا سکے۔ لیکن اقتدار کے نشے میں مست یہ حکمران بھول چکے تھے کہ ہم جس کو سات سال کے عرصہ میں جبر و تشدد سے دبا نہیں سکے اور جس کے قدموں میں ہم نے دولت کے انبار ڈالنے کی پیشکش کی تو اس نے پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اس لالچ کو قبول کرنا تو درکنار اس پر ایک لمحے کے لئے سوچنا بھی گوارا نہ کیا ہو، کیا وہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر سودے بازی کر سکتا ہے؟

مولانا نورانی اصولی سیاست کے علمبردار ہیں اور اصولوں کے معاملے میں ان کا موقف چٹان سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ اس لئے انہیں حق پسندی کی سزا دینے کے لئے دو ہفتہ کے لئے گڑھی خیرو کے لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔ قومی اتحاد اور جمعیت سے وابستہ سینکڑوں کارکن گڑھی خیرو پہنچے۔ علماء کی کثیر تعداد وہاں پہنچی لیکن لاک اپ کے حکام کو سخت احکامات تھے کہ مولانا سے کوئی ملاقات نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ ان کی والدہ یا وکیل بھی آئیں تو ملاقات کی اجازت نہ دی جائے۔ لاک اپ میں بند کرتے وقت مولانا کے سارے پیسے چھین لئے گئے۔ لاک اپ کیا تھا ایک چھوٹا سا کمرہ اور ایک صحن جو بغیر چھت کے تھا کہ سورج پوری آب و تاب سے اپنی تمازت کے جوہر دکھا سکے۔ نہ کوئی حمام تھا، نہ کوئی بیت الخلاء، نہ ہی پنکھا موجود تھا۔

موقع پر متعین سرکاری ملازمین کی آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے تھے لیکن وہ بے بس تھے۔ ان کو ہدایات ہی ایسی تھیں ان کو سہما ہوا دیکھ کر مولانا نورانی نے کہا: "گھبرائیے مت جو آپ کو حکم ملے وہی کریں۔" ایک مرتبہ جب آپ کو کھانا دیا جا رہا تھا تو دینے والا گھٹیا قسم کا کھانا دیتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے کہا "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے مرغ اور انڈے کھلاؤ۔ جیسی روٹی حکومت کھِلا رہی ہے ویسی ہی کھلاؤ۔" ایسے ہی ایک ملازم سے جب پوچھا گیا کہ ان حالات میں مولانا پریشان تو نہیں تھے۔ ان کی پیشانی پر بل تو نہیں تھے۔ اس نے جواب میں کہا کہ صاحب وہ تو یہاں بہت خوش تھے۔ ہر وقت عبادت کرتے تھے۔ یہاں لاک اپ میں جو قرآن شریف ہیں وہ جسے آج بھی قیدی پڑھتے ہیں۔ وہ مولانا کے ہی منگوائے ہوئے تھے۔ ہر وقت اللہ کا ذکر ان کی زبان پر تھا۔ کہا کرتے تھے کہ عبادت کے لئے خوب موقع ملا ہے۔ اکثر ہاتھ میں تسبیح لے کر لاک اپ میں ٹہلتے تھے چونکہ لاک اپ کے دروازے پر پردہ تھا اس لئے مولانا صاحب کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ نہ ہی مولانا کسی کو دیکھ سکتے تھے۔ مولانا کے یہاں قیام کی مدت میں ہم میں سے کسی نے ان کے ماتھے پر شکن نہیں دیکھی۔

> **ہمارے خاندان نے ہمیشہ اسلام کی سربلندی اور نظام مصطفےٰؐ کے تحفظ کے لئے قربانیاں دی ہیں، ڈاکٹر فریدہ احمد**

حکومت نے سردار قیوم کے ذریعہ اتحاد کے دیگر رہنماؤں کو مذاکرات کے لئے تیار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس مقصد کے لئے جب سردار قیوم مولانا نورانی سے ملے تو حکومت نے یہ ملاقات گڑھی خیرو کے بجائے جیکب آباد کے ریسٹ ہاؤس میں کرائی۔ سردار قیوم کو اخبارات کے ذریعہ گڑھی خیرو کی صعوبتوں کا علم ہو چکا تھا لیکن مولانا نورانی نے سردار صاحب کے سامنے ان تکالیف کا ذکر تک نہ کیا۔ سردار قیوم مولانا نورانی کے صبر و ثبات اور عزم و استقلال سے بے حد متاثر ہوئے اور دوسرے روز اپنے اخباری بیان میں کہا کہ گو مولانا نورانی نے شکایت کا ذکر تک نہیں کیا لیکن اگر مجھے پہلے سے پتہ ہوتا کہ حکومت نے ان کو اس طرح رکھا ہے تو میں ملاقات کے لئے آنے سے انکار کر دیتا۔

ملاقات کے بعد جب مولانا نورانی صاحب کو جیکب آباد سے گڑھی خیرو واپس لے جایا جا رہا تھا تو ایک صحافی نے پوچھا کہ گڑھی خیرو کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں آپ کو شدید تکلیف ہو رہی ہوگی۔ اس پر مولانا صاحب نے جواب دیا کہ اگر نظام مصطفےٰؐ کے نفاذ اور پاکستان کی بقاء کے لئے میرے جسم کی بوٹی بوٹی کر کے جانوروں کے سامنے ڈال دی جائے تو بھی یہ میرے لئے قابل فخر ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے مظالم سے ہمارے ایمان کو متزلزل نہیں کیا جا سکتا، ہمارے اسلاف کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کا موقف کمزور کرنے کے لئے ان کو کالے پانی کی سزا دی گئی لیکن ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہمارے کارکن اپنی جان کے نذرانے پیش کر رہے ہیں اور ظلم و بربریت کی گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہیں تو کیا ہم گرمی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

## مولانا کی والدہ کا نورانی بیان

مولانا نورانی کی گڑھی خیرو میں نظربندی کو عوام کے تمام طبقوں نے ایک وحشیانہ فعل قرار دیا اور مذمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی والدہ محترمہ نے اس موقع پر ایک تاریخی بیان جاری کیا جس سے ایک جرأت مند والدہ کے جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ نے ایک بیان میں فرمایا کہ مجھے چند روز میں سینکڑوں فون اور پیغامات ملے ہیں جن میں میرے لڑکے کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے بارے میں استفسار کئے گئے تھے۔ ان تمام لوگوں کو جو مولانا نورانی کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں پر افسوس کرتے ہیں۔ میں یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہارِ افسوس کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے رہنما کو حق بات کے لئے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں عمر کی اس منزل میں ہوں جہاں ہر وقت اپنے بیٹے کو سامنے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے عظیم باپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کی لاج رکھ لی ہے اور ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کو اس منزل پر لے جا رہا ہے جہاں سے کامیابی کا راستہ منتظر نظر آتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں میرے شوہر کی روح اپنے بیٹے کی کامیابی پر نازاں ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ حق و صداقت کی راہ میں نورانی نے جو سختیاں جھیلی ہیں وہ ایک ماں کے دل کے لئے تکلیف دہ تو ضرور ہیں مگر ان کے شوہر کو حق کے لئے اس سے بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میاں نورانی کا حوصلہ بلند ہے وہ اگر قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو میں انہیں کبھی معاف نہ کر پاتی۔ اس لئے کہ اس میں میری تربیت کی کمی ثابت ہو جاتی مگر آج میں خوش ہوں کہ حشر میں حضور اکرمؐ کے روبرو مجھے شرمندگی نہیں

اٹھانا پڑے گی اور نہ ہی اپنے شوہر کے وعدہ پر شرمسار ہوں گی۔
مولانا شاہ احمد نورانی کی اہلیہ محترمہ اور ورلڈ اسلامک مشن
کی سرپرست ڈاکٹر فاطمہ نے کہا کہ الحمد للہ ہمارے خاندان
کی ہمیشہ سے بالخصوص خلافت موومنٹ سے اب تک اسلام
کی سربلندی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے جدوجہد فرمایا
رہا ہے۔ اس لئے میرے برادر محترم (مولانا نورانی) پر ظلم
کرکے ہمیں پریشان نہیں کیا جا سکتا۔ انشاء اللہ حق کی خاطر
ہمارا ہر فرد استقامت کا مظاہرہ کرے گا۔

کراچی جیل کے حالات میں مولانا نورانی کی نظر بندی
کے خلاف جب چاروں جانب سے احتجاج ہونے لگا تو
جیل کے حکم سے مولانا نورانی کو میرپور منتقل کر دیا گیا۔ میرپور
سے جب پولیس کسٹڈی میں مولانا نورانی کراچی پہنچے تو کینٹ
اسٹیشن کے وی آئی پی روم میں مولانا نورانی صاحب سے
میں نے پوچھا کہ "جناب آپ کو بے حد تکلیف دی گئی جس کی
وجہ سے آپ کی صحت بھی گر گئی ہے۔ اس پر آپ کا کیا
رد عمل ہے؟"

مولانا نورانی نے جواب میں فرمایا کہ:
"پہلے مجھے کراچی جیل میں رکھا گیا۔ بعد میں مجھے میرپور
لایا گیا۔ دونوں علاقوں کے نام میں "میر" کا لفظ موجود ہے
اس لئے آپ یہ بھی کہہ لیں کہ "جو کچھ ہونا تھا" میر سے
ہو گیا۔ کمال ہر میر سے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے
جدوجہد میں مصروفیت اس قدر تھی کہ پوری یکسوئی کے
ساتھ ذکر و فکر کا موقع نہیں ملا تھا۔ الحمد للہ کراچی جیل میں
یہ موقع ملا۔"

کراچی پہنچ کر جو پریس کانفرنس کی اس میں بھی صحافیوں نے
متعدد سوالات کئے لیکن مولانا نورانی نے کہا کہ "رہائی کے بعد
کراچی جیل لاکر میرے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے اس پر کچھ کہنا
نہیں چاہتا۔ مجھے اس پر شکوہ بھی نہیں ہے کیونکہ نظام مصطفیٰ
جیسے ارفع و اعلیٰ نصب العین کے لئے یہ کوئی قربانی نہیں ہے
ایسے موقع پر جبکہ ایک لاکھ کے قریب رہنما اور کارکن جیل
میں بند ہیں میری رہائی کسی طرح بھی دل خوش کن نہیں۔ میں
ذاتی طور پر اس رہائی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

بھی مذاکرات کے اس ابتدائی مرحلے میں اتحاد کی پالیسی کو کے
لئے کوئی چیز بھی پیش کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن یہ مجھے علم تھا کہ
رہ سکتا کہ اگر کوئی بھی گرفتار ہوں تو ہماری رہائی بے معنی
سی بات ہے۔"

مولانا شاہ احمد نورانی نے ماضی میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سلسلے میں جو مصائب جھیلے ہیں اور جس پامردی
اور استقلال سے مصائب کا مقابلہ کیا ہے اس بات کی
نشاندہی کرتا ہے کہ مولانا کو صرف اور صرف نظام مصطفیٰ ﷺ کے
نفاذ سے دلچسپی ہے۔ اقتدار اور حکومت ان کے لئے ثانوی
حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ حضرات جو اقتدار کی چوکھٹ پر بھینٹ
چڑھ گئے ہیں اور جماعت اسلامی کے ہاتھوں بلیک میل ہو چکے
ہیں اور مولانا کی کردار کشی میں مصروف ہیں۔ حق و انصاف کی
نظر سے دیکھیں کہ کیا ماضی میں یہ اور بھی مولانا نورانی نے
کسی اقتدار کے لالچ میں یا صرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نفاذ کی خاطر برداشت کی تھیں۔ فیصلہ قارئین کرام
کے ہاتھ میں ہے۔ ••

---

# زندہ قبریں

## کراماتِ صحابہؓ کا زندہ ثبوت

ان دنوں عراق کے دارالحکومت بغداد میں ایک فلم
دکھائی جا رہی ہے۔ اس فلم کو مغربی جرمنی کے ایک فلمساز
ادارہ نے تیار کیا ہے۔ اس فلم میں پانچ لاکھ افراد کے
مجمع کو اکٹھا دکھایا گیا ہے۔ آخر معاملہ کیا تھا کیوں لوگ
اتنی بڑی تعداد میں ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔ قصہ کچھ
یوں ہے کہ عراق کے بادشاہ، شاہ فیصل اول نے خواب میں
دیکھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مقتدر صحابہ
کرام رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور بادشاہ کو انہوں
نے حکم دیا کہ ان کی قبروں کو کھولا جائے کیونکہ ان میں
پانی آ رہا ہے۔ اگلے روز شاہ فیصل اول تمام دن اسی
خواب پر غور کرتا رہا کہ شام کے وقت مفتی اعظم عراق
کے وزیراعظم نوری السعید کے ہمراہ شاہی محل میں آئے
اور انہوں نے شاہ کو وہی خواب سنایا جو شاہ نے خود

رات کو دیکھا تھا۔ شاہ نے فوراً اسی وقت جنرل کنسٹرکشن
اور واٹر سپلائی کے محکمہ کو حکم دیا کہ فوری طور پر تحقیقات
کرکے پتہ لگایا جائے کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی قبروں میں پانی کے پہنچنے کے امکانات ہیں
چنانچہ حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت جابرؓ بن
عبد اللہؓ کی قبروں کے قریب کی جگہ کا معائنہ کیا گیا اور
متعلقہ محکمہ نے شاہ کو رپورٹ پیش کی کہ ان صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں میں پانی جانے کے
کوئی امکانات نہیں ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد یہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما
پھر شاہ فیصل اول کے خواب میں آئے اور اسے سختی سے
حکم دیا کہ ان کی قبروں کو کھول کر انہیں دوسری جگہ دفن
کیا جائے۔

شاہ فیصل اول نے مفتی اعظم سے فتویٰ لے کر حضرت
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابیوںؓ کی ان قبروں کو
کھولنے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے نشر ہوتے ہی
تمام دنیا کے مسلمانوں نے مطالبہ شروع کر دیا کہ صحابہ کرامؓ
کی قبروں کو کھولنے کی تاریخ میں توسیع کی جائے تاکہ
وہ بھی مقررہ تاریخ پر اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے
لئے وہاں جمع ہو سکیں۔

عید الاضحیٰ کے کچھ دن بعد ان متبرک قبروں کو کھولا
گیا۔ اس موقع پر شاہ فیصل آف عراق، مفتی اعظم
پارلیمنٹ کے اراکین، مصر کے شاہ فاروق، ترکی کے
وزیر مختار اور دیگر ممالک کے وفود کے علاوہ لاکھوں
کی تعداد میں توحید پرستوں کا مجمع تھا اس مبارک منظر
کو دیکھنے کے لئے دنیا کے مختلف ممالک سے بھی مسلمان
آئے تھے۔ جس وقت مقدس قبروں کو کھولا گیا تو اس
زندہ معجزہ کو دیکھنے کے لئے پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمان
وہاں جمع تھے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے
ان دو محترم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جسد
مبارک بالکل محفوظ تھے گویا کہ انہیں ابھی دفنایا گیا ہو۔
صحابہ کرامؓ کے ارشاد کے مطابق ان قبروں میں پانی آ رہا
تھا۔ قبروں سے نکال کر صحابہ کرامؓ کے مقدس جسدوں کو
شیشوں کے بکسوں میں رکھا گیا تاکہ وہاں موجود

باقی صفحہ ۳۵ پر

اکرام الحق قریشی

اسلام آباد

# پی پی نے اعتماد کا ووٹ لینے پر کام شروع کر دیا

- نواز شریف اور فضل حق اپنی دوستی پر مسلم لیگ کو قربان کرنے پر تلے ہوئے ہیں
- مخدوم الطاف احمد نے وزیر اعظم کا خصوصی پیغام پیر پگارا کو پہنچایا!
- سردار قیوم کے بدلتے ہوئے تیور نے خود سر نواز شریف کو کارنر کر دیا

اسلام آباد کے قابل اعتماد ذرائع کے مطابق صدر مملکت غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کو بیس مارچ سے قبل اعتماد کا ووٹ لینے کا حکم دینے سے انکار کرتے ہوئے اپنے اس فیصلے سے وزیر اعظم بھٹو اور چیف آف اسٹاف مرزا اسلم بیگ کو بھی مطلع کر دیا ہے۔ صدر مملکت نے اپوزیشن رہنماؤں سے بھی کہہ دیا کہ ملک کی مجموعی سیاسی صورتحال کا تقاضا بھی ہے کہ موجودہ سسٹم کو اپنی مقررہ میعاد آزادانہ طور پر پوری کرنے کا موقع دیا جائے۔ صدر مملکت کے موقف کے بعد اپوزیشن رہنما میاں نواز شریف اور چودھری شجاعت حسین نے صدر مملکت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ پیپلز پارٹی کے ہی کسی مرد رکن قومی اسمبلی کو نیا وزیر اعظم نامزد کر دیں تو اپوزیشن بھرپور تعاون کرے گی مگر صدر مملکت نے اپوزیشن کے اس فارمولے کو بھی مسترد کرتے ہوئے کہا کہ عوام نے پیپلز پارٹی کو جو مینڈیٹ دیا ہے اس کا احترام بھی سیاسی قوتوں پر لازم ہے۔ صدر مملکت نے ملک کے اردگرد موجودہ حالات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے اندرونی و بیرونی حالات بے نظیر کو اقتدار سے الگ کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے اس سے نہ صرف بیرونی دنیا میں پاکستان کے وقار پر منفی اثرات مرتب ہوں گے بلکہ ملک میں سیاسی عدم استحکام سے سندھ کی سطح تک شدید ردعمل متوقع ہے۔ صدر مملکت نے اپوزیشن کو تلقین کی ہے کہ وہ ذاتی پسند ناپسند کی جاری شدہ مہم جوئی کی پالیسی پر نظر ثانی کرے ملک میں صحت مند سیاسی روایات کو فروغ دیں۔ انہوں نے میاں نواز شریف پر بھی زور دیا ہے کہ وہ اپنی توانائیاں اور صوبائی اختیارات اور وسائل کو مرکز کے خلاف "بے نتیجہ جنگ" میں جھونکنے کی بجائے مرکز سے تعلقات کار قائم کریں اور کوئی ایسی غلطی یا کردار ادا کرنے سے گریز کریں جو پیپلز پارٹی کو عوام کے سامنے ایک بار پھر مظلوم

کی حیثیت میں متعارف کرائے، دوسری جانب وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی احتیاطی تدابیر کے طور پر اعتماد کے ووٹ کے حصول کے لئے درپردہ کوششیں شروع کر رکھی ہیں۔ پیپلز پارٹی نے غیر متوقع حالات میں بھی اعتماد کا ووٹ لینے کی پلاننگ پر کام شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں بے نظیر بھٹو کے علاوہ حاکم علی زرداری، پروفیسر این ڈی خان، ملک محمد قاسم اور آصف علی زرداری اراکین قومی اسمبلی سے رابطوں میں مصروف ہیں، حکمران جماعت نے وفاقی وزراء کو بھی ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ اپنے اپنے ڈویژن کے اراکین اسمبلی سے رابطے فوری طور پر استوار کر کے انہیں مستحکم بنائیں جبکہ اپوزیشن نے صدر مملکت سے ملنے والی غیبی امداد کی مایوسی کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف پریشر بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اپوزیشن ذرائع کے مطابق صدر مملکت نے سندھ کے بڑھتے ہوئے دباؤ سے مرعوب ہو کر اپوزیشن رہنماؤں کے خدشات و خواہشات کو مسترد کر دیا ہے۔ لہٰذا اب اپوزیشن جماعتوں نے بھی کشمیر، افغانستان اور سندھ کی تازہ ترین صورتحال کے حوالے سے وفاقی حکومت کے خلاف عوامی احتجاج اور دباؤ بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے مگر اس فیصلے پر عملدرآمد میں تاخیر کی وجہ مسلم لیگ کا وہ اندرونی خلفشار و انتشار ہے۔ جس نے مسلم لیگ کو حسب روایات مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے امکانات کو بڑی حد تک واضح کر دیا ہے۔ پیر پگارا اور جونیجو جیسے مرشد و مرید کے مابین بھی پہلے جیسی مفاہمت باقی نہیں رہی۔ نواز شریف اور فضل حق بھی اپنی دوستی پر مسلم لیگ کو قربان کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر گجرات کا موروثی مسلم لیگی خاندان مسلم لیگ کو مختلف لیگوں میں بٹنے سے روکنے کی کوششوں میں ہمہ وقت مصروف ہے کیونکہ لیگ کی تقسیم سے خود اس خاندان کی ساکھ اور اجارہ داری متاثر ہونے کے قوی امکانات موجود ہیں۔ جبکہ وہ موجودہ حالات میں جونیجو اور پیر پگارا پر نواز شریف کی قربت کو اپنے مفادات میں ناگزیر سمجھتے ہیں۔

مسلم لیگ ہاؤس کے ذرائع کے مطابق پیر پگارا نے محمد خان جونیجو کو ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ سرحد کی طرح پنجاب میں بھی جماعتی آپریشن شروع کریں۔ پیر پگارا نے میاں نواز شریف کو صوبائی وزارت اعلیٰ سے معزول کرنے کی بھی منظوری دے رکھی ہے۔ اور اس سلسلے میں نواز شریف کے باغی مخدوم الطاف احمد نے پیر پگارا سے تفصیلی ملاقات کر کے انہیں وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کا خصوصی پیغام پہنچایا جس میں وزیر اعظم نے وضاحت کی ہے کہ صوبائی وزارت اعلیٰ کی تبدیلی کے بعد پیپلز پارٹی، پیر پگارا کے نامزد کردہ امیدوار کی بلا مقابلہ کامیابی کو یقینی بنانے میں بھرپور تعاون کرے گی مگر محمد خان جونیجو نے اسلام آباد میں موجود بعض رفقاء کے مشورے کے بعد میاں نواز شریف کے خلاف تیار شدہ چارج شیٹ جاری کرنے سے انکار کر کے اپنے پیر مرشد کی واضح ہدا

کو نظر انداز کر دیا۔ پیر پگارا نے جونیجو کے اس غیر متوقع فیصلہ پا حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جونیجو ایسا عقلمند شخص ہے جو حالات و واقعات سے فائدہ اٹھانے میں ہمیشہ ناکام رہا ہے، ادھر فضل حق اور جونیجو کے مابین سرد جنگ میں میاں نواز شریف نے جونیجو کی رائے کو حقارت سے ٹھکراتے ہوئے گزشتہ دنوں جنرل فضل حق کی صدارت میں منعقدہ مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں بھی شرکت کی جبکہ چودھری شجاعت حسین اور سید غوث علی شاہ مسلم لیگ کے اندر اٹھنے والے جماعتی طوفان کو وقتی طور پر روکنے میں مصروف رہیں!

دریں اثنا میاں نواز شریف نے اسلام آباد کی طرف سے بڑھتی ہوئی مایوسیوں کی بدولت اپنے تند و تیز لہجہ میں خاصی کمی کر لی ہے انہوں نے لاہور کے ضمنی انتخاب میں بدترین شکست کے بعد اپنی جارحانہ حکمت عملی ترک کرکے دفاعی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔ وہ جونیجو، پیر پگارا اور بے نظیر کے علاوہ گھر کے تابڑ توڑ حملوں سے نڈھال ہو کر پرامن مگر باوقار پسپائی پر کیزہ نظر آتے ہیں۔

میاں نواز شریف کے قریبی ساتھی اور جنرل ضیاء الحق کے مرشد صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے بھی ماضی کی اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے پیپلز پارٹی کی حکومت سے راہ و رسم بڑھانے پر خصوصی توجہ دی ہے موصوف کل تک عورت کی سربراہی کو عذاب الٰہی اور جنرل ضیاء کے غیر اسلامی، غیر قانونی۔ غیر دستوری۔ غیر اخلاقی دور کو بھی اسلامی سنہری دور قرار دیتے ہوئے تھکتے نہیں تھے وہی خود ساختہ مجاہد اول اب ہفتے میں تین سے چار بار محترمہ بے نظیر بھٹو سے نیاز حاصل کرنا اپنا سیاسی مشن بنا چکے ہیں۔ سردار عبدالقیوم نے وزیراعظم محترمہ بینظیر کے ساتھ ایک نشست میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ بھٹو مرحوم ان پر بے حد اعتماد کیا کرتے تھے۔ اب اگر ان کی بیٹی بھی کوئی ذمہ داری سونپیں تو وہ انہیں مایوس نہیں کریں گے پیپلز پارٹی آزاد کشمیر کے حلقے سردار عبدالقیوم اور بے نظیر بھٹو کے درمیان بحالی زور دینے پر اپنی برابر تشویش کر رہے ہیں ان کے بقول سردار قیوم نے شخصی اقتدار کے دوام کے لئے وزیراعظم بے نظیر کو دو نکاتی فارمولہ پیش کر دیا ہے جس میں ابتداً تو یہ کہا گیا کہ آزاد کشمیر میں پیپلز پارٹی آج تک کوئی نمایاں کردار ادا کرنے میں ناکام رہی ہے لہٰذا وزیراعظم آزاد کشمیر پیپلز پارٹی کو اپنے لیے گودوں کو ٹوٹا کر مسلم کانفرنس کو ہی خدمت کا موقع دیں تو مسلم کانفرنس آزاد خطے میں ان کے مفادات کا بھرپور تحفظ کریگی بصورت دیگر آزاد کشمیر کی انتخابی سیاست پر مکمل اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے مسلم کانفرنس اور پیپلز پارٹی آزاد کشمیر میں انتخابی اتحاد تشکیل دیا جائے۔

سردار قیوم کے بدلتے تیور نے خود نواز شریف کو میدان سیاست میں کارزر کر دیا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ میاں نواز شریف نے حالات کی حقیقی تلخیوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنی زبان بندی کی کوشش کی ہے وہ لاہور کے انتخاب میں میں بازی ہارنے کے بعد مزید زخم سہنے کی طاقت سے خود کو محروم و مایوس سمجھ رہے ہیں

ادھر قومی اسمبلی کے رکن ملک غلام مصطفیٰ کھر نے بھی پنجاب میں شرافت کے علمبرداروں کا تختہ الٹنے کا چیلنج دے رکھا ہے اور اب تک کی اطلاعات کے مطابق انہیں اپنے اس مشن میں خاصی کامیابیاں بھی ملی ہیں اسلام آباد کے ذرائع کے مطابق آئندہ چند ہفتوں میں ڈرامائی تبدیلیوں کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

## بہاولپور

**محمد حفیظ قیصر**

### ○ وزیراعظم کے افسر بکار خاص کی پٹائی
### ○ اس واقعہ کو سرائیکی پنجابی رنگ دینے کی کوشش
### ○ پیپلز یوتھ کسی مقام پر بھی احتساب کرنے سے گریز نہیں کریگی

بہاولپور کی سیاست ملک کی سیاست سے زیادہ تیزی سے کروٹیں لے رہی ہے۔ بہاولپوریوں کے مزاج میں نمایاں تبدیلیاں تیزی سے آ رہی ہیں جس کا اندازہ میرے گزشتہ کالموں کو پڑھ کر بخوبی ہو سکتا ہے آج تک مختلف ادوار میں جب بھی کسی سربراہ کے اقتدار کا سورج غروب ہونا شروع ہوتا ہے تو آنے والا گزشتہ دور میں "کرپشن" کے احتساب کا نعرہ بلند کرتا ہے جس طرح بھٹو مرحوم گئے تو ان کے دور کے احتساب کرنے کا نعرہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے بلند کیا پھر ضیاء حکومت اختتامی مرحلے میں داخل ہوئی۔ تو پھر شور اٹھا کہ فوراً احتسابی عمل ہوگا مگر پھر روایتی خاموشی۔ لیکن بہاولپور میں پیپلز پارٹی کے کارکن اس اعتبار سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اور سیاست میں "عمل احتساب" کا آغاز بھی انہوں نے اپنی ہی پارٹی سے شروع کرکے عوام کو احتسابی عمل پر اکسایا ہے۔

وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے الیکشن ۸۸ء میں کامیابی کے بعد مختلف پارٹی عہدیداران اور کارکنان کو مشیر اور افسر بکار خاص بھرتی کیا۔ جنوبی پنجاب کی ۱۰ افسری،، محمد حسین آزاد ڈویژنل صدر کے حصہ میں آئی مگر ان کی چپقلش اس کے ضلعی صدر شاہد مرزا اور موجودہ ایم پی اے پی پی فارورڈ بلاک سے چلی آ رہی تھی افسر بکار خاص مقرر ہونے کے بعد محمد حسین آزاد اور شاہد مرزا کے اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ الیکشن کے بعد ابھر کر سامنے آنے والی تیسری شخصیت فاروق اعظم ملک تھے جو منیر کا رپوریشن کے ساتھ ساتھ وزیر ریلوے نامزد ہوئے فاروق اعظم ملک نے اپنا وزن محمد حسین آزاد کے "پلڑے" میں ڈال دیا۔

کارکنان دونوں حضرات کے پاس آتے جاتے رہے مگر دونوں سے کوئی کام لینے میں کارکنان کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو کارکنان نے مارچ ۱۹۸۹ء کو بہاولپور شہر کے معروف مقام فرید گیٹ پہ دونوں حضرات کے خلاف احتجاجی بھوک ہڑتال کیمپ سید لیاقت علی کی قیادت میں لگا دیا۔ جس کو اس وقت کے ضلعی صدر شاہد مرزا ایم پی اے کی آشیرباد حاصل تھی کیمپ کو لگے دوسرا ہی دن تھا کہ افسر بکار خاص محمد حسین آزاد اور فاروق اعظم ملک وزیر ریلوے کی ہدایت پر سید سعید الدین نے ان کے گروپ کی حیثیت سے متوازی کیمپ لگوا دیا۔ بالائی قیادت سے مذاکرات کے بعد تیسرے روز دونوں جانب سے کیمپ ختم کر دیئے گئے۔ اس واقعہ سے پہلی مرتبہ پی پی کے اندرونی اختلافات کھل کر عوام کے سامنے آئے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد شاہد مرزا ایم پی اے پیپلز پارٹی کو داغ مفارقت دے گئے اور پنجاب میں پی پی فارورڈ بلاک میں شامل ہو کر بہاول نگر سے پی پی کے ایم پی اے منظور موہل کے ہم رکاب ہوئے۔ شاہد مرزا کے فارورڈ بلاک میں شامل ہونے سے لیاقت علی گروپ کو سخت دھچکا لگا۔

طاہر بشیر چیمہ ایم پی اے نے کارکنان کو منظم کرنے کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے اسی اثناء میں طاہر بشیر چیمہ کے بڑے بھائی طارق بشیر چیمہ طویل جلاوطنی کے بعد واپس بہاولپور پہنچ گئے۔ طارق بشیر چیمہ آئی جے آئی کے مرکزی راہنما چوہدری شجاعت کے عزیز بتائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کھل کر سیاست کا دوبارہ آغاز کر دیا۔ اس طرح کارکنان کا بھوک ہڑتالی گروپ جو وقتی طور پر "دب" گیا تھا۔ اُن کے گرد اکٹھا ہوتا چلا گیا۔ اسی گروپ نے وزیر ریلوے فاروق اعظم اور محمد حسین آزاد کے بارے میں ایک "مخصوص زبان" کے حامل لوگوں کی سرپرستی اور بدعنوانیوں کے الزامات عائد کئے جس کے دفاع میں کوئی تردید اخبار میں شائع نہیں ہوئی دوسری جانب واضح انداز میں گروپ بندیاں منظم ہونا شروع ہوگئیں شنید یہ بھی ہے کہ کارپوریشن میں کونسلرز کی اکثریت میئر فاروق اعظم سے شدید اختلافات رکھنے کے باوجود محض اس وجہ سے عدم اعتماد پیش نہیں کر رہی کہ وہ "سرائیکی گروپ" کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئی جے آئی کی مقامی قیادت اپنے حامی کونسلرز پر دباؤ ڈالتی رہتی ہے کہ میئر سے صلح کر لو۔ اس کا برملا اظہار محمد میاں کونسلر نے کیا اور کہا کہ وہ آئی جے آئی میں ضرور شامل ہیں مگر فاروق انور عباسی کے حکم پر انہوں نے میئر سے ہر قسم کا تعاون جاری رکھا ہوا ہے۔ پی پی کے کارکنان کی اکثریت برملا اس بات کا اظہار عام کرتے ہیں کہ افسر بکار خاص اور وزیر موصوف نے آج تک اپنے ہاتھوں سے غیر سرائیکی کو۔۔ "اپائنٹمنٹ" کیا اور دیکھا یا ہے۔ غیر سرائیکی اگر کوئی کام کروانے میں کامیاب ہوا ہے تو وہ صرف رشوت دے کر ہوا ہے یہ وہ لاوا تھا جو طویل عرصے سے پک رہا تھا جیسے ہی محمد حسین آزاد اماٹرن بہاولپور پہنچے انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے طارق بشیر چیمہ پر مارشل لاء کی سرپرستی اور ریاض جھرنا کے قتل میں شریک ہونے کے الزامات لگائے جس پر کارکنان نے انہیں اپنے الفاظ واپس لینے پر مجبور کیا محمد حسین آزاد جو انہوں کے ہمراہ چائے پی رہے تھے کہ طارق بشیر چیمہ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے ناجائز الزامات عائد کرنے پر احتجاج کیا اور انہوں نے افسر بکار خاص محمد حسین آزاد کو "تھپڑ" رسید کر دیا۔ آزاد تھپڑ کھا کر کرسی پر جا گرے۔ کچھ ہی دیر بعد موقع پر پولیس پہنچ گئی۔ مگر پولیس کو پارٹی کا اندرونی معاملہ کہہ کر رخصت کر دیا گیا۔ محمد حسین آزاد نے اس واقعہ کو پنجاب حکومت کی سازش قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ واقعہ منصوبے کے تحت چوہدری شجاعت کے حکم پر کیا گیا ہے جبکہ دوسری جانب پیپلز پارٹی کے قائمقام ڈویژنل صدر طارق بشیر چیمہ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ آزاد حکومت کے سرکاری ملازم ہیں اس لئے وہ پارٹی کے سیاسی امور پر کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہیں رکھتے وہ ہمیشہ غیر ذمہ دارانہ بیان دیتے ہیں۔ انہوں نے دو روز قبل بھی میرے اور صوبائی صدر فخر زمان کے بارے میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ زبان استعمال کی ہے۔ طارق بشیر چیمہ نے یہاں تک کہا کہ جن کا رویہ کارکنان سے حاکمانہ ہوگا۔ ان کی سرزنش ہماری ذمہ داری ہے ہم اپنی غلطیوں کا خود احتساب کرتے رہیں گے۔ کسی غلط اور بددیانت شخص سے خوف نہیں کھائیں گے۔ پیپلز یوتھ بہاولپور ڈویژن کے صدر سید سعید الدین نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ نہایت افسوس ناک تھا۔ اگر باہمی اختلافات بند کمرے میں طے کئے جاتے تو بہتر تھا۔ جبکہ یوتھ کے ڈویژنل جنرل سیکرٹری اطہر جمال نے کہا کہ "کرپٹ" شخص کے ساتھ یہی کچھ ہونا چاہیئے تھا انہوں نے کہا اگر وزیر بھی ایسا کرے گا تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ممکن ہے پیپلز یوتھ کسی مقام پر بھی احتساب کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔ اطہر جمال نے آزاد پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے آئی جے آئی کے لوگوں کو نوازنے کی پالیسی اپنائی ہوئی ہے اور اکاؤنٹس کے شعبہ میں ۵ افراد بھرتی کرائے ہیں۔ پیپلز پارٹی شعبہ خواتین بہاولپور ڈویژن کی صدر بیگم حمیدہ عزیزی نے کہا کہ محمد حسین آزاد وہ شخصیت ہے جنہیں اسلام آباد میں ہی جوتے لگائی مگر میرا کام چیمہ نے بخیر و خوبی انجام دیا ہے۔ مزید کہا کہ موصوف اس واقعہ کو سرائیکی، پنجابی جھگڑے کا رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پیپلز پارٹی بہاولپور کے دو گروپوں میں تقسیم ہونے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ آزاد کو لگنے والے "تھپڑ" کا فیصلہ پی پی کی مرکزی قیادت کیا کرتی ہے۔ کیا وہ انہیں برخاست کرکے الزامات پر مہر تصدیق ثبت کرے گی؟ یا ان کے حق میں فیصلہ کرکے کارکنان کے خلاف کارروائی کرے گی۔ امید یہی ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو ۲۰ مارچ کے بعد اس مسئلہ کا کوئی فیصلہ کریں گی۔ ●●

## یوم یکجہتی کشمیر

انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر مختار الحق صدیقی کی اپیل پر سہ روزہ مہم کے آخری روز ۲۳ فروری بروز جمعۃ المبارک کیمبرج مسجد سرے گھاٹ پر ایک مظاہرہ کیا گیا اور یوں حیدرآباد شہر میں کشمیری بھائیوں سے یکجہتی کا پہلا مظاہرہ ہوا۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے رکن صوبائی شوریٰ جے یو پی و نوجوان رہنما وسیم ساغر نے کہا کہ دنیا بھر میں آئی ہوئی آزادی کی لہر نے کشمیری مسلمانوں کی ۴۲ سالہ جدوجہد کو ایک نئی حرارت بخشی ہے انہوں نے کہا کہ کشمیری حریت پسندوں کی جدوجہد تاریخ کے نازک موڑ پر داخل ہو گئی ہے اور ایسے وقت میں ہمیں ہر طریقے سے کشمیری بھائیوں کی عملی و فکری بنیادوں پر مدد کرنی چاہیئے۔ انہوں نے کہا مسلمان کے لئے موت و زندگی کی اہمیت نہیں ہر مسلمان جہاد کو اپنا مقصد حیات تصور کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا اپنی معراج جانتا ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک کشمیر، افغانستان، فلسطین، آذربائیجان کے مسلمانوں کو آزاد نہیں کرا سکتے۔ جب تک ہم خود مستحکم نہ ہوں ہماری یہ دھرتی مضبوط نہ ہو اور ہمارے قول و فعل میں مطابقت نہ ہو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی اپنی مذہب اپنا کردار ہے اپنا احساس ہے لیے اصول ہیں اور اپنے یہ جہاد ہے لیکن ہم کافروں کے بنائے ہوئے اصولوں پر زندہ ہونے کی وجہ سے ایک جغرافیائی خطے میں مقید ہو کر رہ گئے ہیں جو کہ ہمارے لئے باعث شرم ہے۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے الجہاد فورس زون نمبر ۲ کے نگراں برادر السید عقیل انجم نے کہا کہ انجمن کے کارکنان آج پورے ملک کے طول و عرض میں یوم یکجہتی کشمیر منا رہے ہیں اور اس اہم مسئلہ پر قائد طلبہ برادر مختار الحق صدیقی کی نگرانی میں جہاد فورس کی تشکیل کارکنان انجمن کے جذبات کی عکاسی ہے انہوں نے کہا کہ انجمن کے کارکنان ہمیشہ کی طرح اس اہم ملکی و ملی مسئلہ پر ہراول دستہ کا کردار ادا کریں گے انہوں نے کہا کہ اس سے قبل ہمارے بزرگوں نے مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں کشمیر کے اگلے مورچوں میں جا کر جہاد کیا اور اس جہاد میں ان کے ہمراہ دیگر علماء کرام کے علاوہ بانی انجمن طلباء اسلام محترم جمیل احمد نعیمی بھی تھے لہٰذا ہم اپنے بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے الجہاد فورس کے ذریعہ کشمیری حریت پسندوں کی عملی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں انہوں نے اس موقع پر نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ بھرپور انداز میں الجہاد فورس کی تشکیل میں حصہ لیں۔ مظاہرے سے جے یو پی کے رہنما حسین بخش حسینی، مبارک احمد لودھی، انوار الحق اور انجمن طلبہ اسلام کے قاضی محمد سلیمان نے بھی خطاب کیا۔

# سیاسی اتحاد کیوں ٹوٹتے ہیں؟

حال احوال

سردار احمد قادری

۷۷ ۔ ۹ اوشاد باغ لاہور۔ مسٹر رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ۔

عوام کا ایک جم غفیر یہاں جمع ہے اور ان فیصلوں کا منتظر ہے جو اس رہائش گاہ کے ایک کمرے میں ہونے والے ہیں۔

پاکستان کی متعدد سیاسی جماعتوں کے سربراہان یہاں موجود ہیں اور اپنے سیاسی اتحاد کو آخری شکل دے رہے ہیں۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے عام انتخابات کے انعقاد کے لئے شیڈول کا اعلان کر دیا ہے۔ اور اپوزیشن کے خلاف اپنی بھرپور مہم کا آغاز کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ منتشر اور دھڑوں میں بٹی ہوئی اپوزیشن ان کا سامنا نہیں کر سکے گی اور دم توڑ دے گی۔ انہوں نے بہت کچھ سوچ سمجھ کر الیکشن شیڈول کا اعلان کیا ہے۔ ورنہ وہ اسے ایک سال تک مؤخر بھی کر سکتے تھے لیکن انہوں نے سمجھا کہ الیکشن کے ذریعہ کامیابی حاصل کر کے اقتدار کو مزید پانچ سالوں تک طول دینے کا یہی مناسب وقت ہے۔ اس لئے وہ تمام تر پوروٹولے کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عوامی حمایت کی اکثریت کے بل بوتے پر انتخابی اکھاڑے میں اترنے کا یہی موزوں وقت ہے۔

ادھر اپوزیشن کی سیاسی جماعتوں کا حال یہ ہے کہ ان کا منتشر کا اتحاد جو "متحدہ جمہوری محاذ" کے نام سے کام کر رہا تھا۔ کالعدم ہو کر رہ گیا ہے۔ سیاسی جماعتیں اپنے اپنے طور پر ہم خیال جماعتوں سے رابطے کئے ہوئے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان اور تحریک استقلال باہمی اتحاد کے لئے گفت و شنید کر رہی ہیں "متحدہ جمہوری محاذ" والے کسی نئے سیاسی اتحاد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ بے یقینی کی کیفیت ہے اور متبادل قیادت سامنے نظر نہیں آ رہی۔ ان حالات میں الیکشن ۷۷ء کا اعلان ہو جاتا ہے۔

انتخابی شیڈول کا اعلان ہوتے ہی سیاسی اتحاد کے لئے سرگرمیاں نکتہ عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور بالآخر جمعیت علماء پاکستان کے اس وقت کے نائب صدر مسٹر رفیق احمد باجوہ کی رہائش گاہ پر اپوزیشن کے تمام رہنما اکٹھے ہو کر مستقبل کے لئے لائحہ عمل طے کرنے کے لئے مذاکرات کرتے ہیں۔

مذاکرات کے دوران عوام باہر جمع ہو کر نتائج سننے کے منتظر ہیں۔ اتنے میں مولانا عبدالستار خان نیازی نمودار ہوتے ہیں۔ ہجوم ان کی طرف لپکتا ہے تاکہ کچھ معلوم ہو۔ مولانا نیازی پُرجوش لہجے میں کہتے ہیں "آج ہم اتحاد کر کے ہی جائیں گے۔ جو کوئی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنے گا میں اس کا سر چھوڑ دوں گا"۔ عوام میں مسرت اور شادمانی کے جذبات کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

"پاکستان قومی اتحاد" بجا طور پر قوم کی امنگوں کا ترجمان تھا اس اتحاد نے مسٹر بھٹو پر واضح کر دیا کہ اپوزیشن اپنے اختلافات کے باوجود جمہوریت کے استحکام اور شخصی آمریت کے خاتمے کے لئے متحد ہے اور قوم کو اب صرف پی پی پی اور پی این اے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اس اتحاد کو جس قدر پذیرائی ملی وہ اپنی مثال آپ ہے لیکن یہ حقیقت بھی جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ اس اتحاد کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں بھی تھیں اور ایک مرحلے پر اس کا قیام ناممکن نظر آنے لگا تھا۔ کیونکہ یہ مختلف جماعتوں کا مجموعہ تھا جن کے اپنے نظریات اور سیاسی ترجیحات تھیں۔ ان کا یکجا ہونا اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا اور ایک پالیسی اپنانا آسان کام نہیں تھا۔ پھر قیادت کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ کسی نہ کسی کو ایثار تو کرنا ہی تھا۔ چوہدری ظہور الٰہی نے جب مفتی محمود کا نام پیش کیا تو جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد نے کہا کہ ہم پر اور جے یو آئی پر قیام پاکستان کی مخالف جماعتیں ہونے کا الزام ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ ہمیں بنیادی عہدے نہ دیئے جائیں۔ ہمارا مخالف بڑا شاطر ہے۔ وہ اس کمزوری کو "ایشو" بنا کر استعمال کرے گا اور پروپیگنڈہ مہم تیز کر دے گا۔ مفتی محمود نے کہا کہ چونکہ میرا نام لے لیا گیا ہے۔

> مولانا نورانی نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے مفتی محمود کو اتحاد کا صدر بنانے کی حمایت کی

اس لئے میرا امیدوار بس لیڈر شپ ہی ہوگا۔ مفتی محمود سمجھ رہے تھے کہ قیادت اُن کی بجائے مولانا شاہ احمد نورانی کو دی جانے والی ہے۔ اس کے لئے وہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ اس مرحلہ پر مولانا نورانی نے خود ہی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا اور فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے سیاسی مصلحت کے تحت مفتی محمود کو اتحاد کا صدر بنانے کی حمایت کر کے دُور اندیشی کا ثبوت فراہم کیا۔ جس کے بعد پیر صاحب پگاڑا اور ائیر مارشل اصغر خان نے تجویز پیش کی کہ سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان سے ہو۔ اس تجویز کو بھی پذیرائی ہوئی اور یوں رفیق باجوہ سیکرٹری جنرل چنے گئے۔ پیر صاحب پگاڑا کو پارلیمانی بورڈ کا چیئرمین بنایا گیا۔ جماعت اسلامی کو چونکہ بنیادی اہمیت کا کوئی عہدہ نہ ملا تھا اس لئے نالاں رہے اور پہلے دن سے ہی انہوں نے کہہ دیا کہ ہم اجلاسوں میں شریک تو ہوں گے لیکن "ایکٹو" کردار ادا نہیں کریں گے۔ بعد میں انہوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنا فیصلہ بدل دیا اور شریک ہو گئے۔ جب رفیق باجوہ کو جمعیت کی نائب صدارت اور اتحاد کی سیکرٹری شپ سے نکال دیا گیا تو جماعت کے پروفیسر غفور احمد کو اتحاد کا سیکرٹری جنرل چن لیا گیا۔ باجوہ صاحب بعد میں یہ کہتے رہے کہ مسٹر بھٹو سے اُن کی جو خفیہ ملاقات ہوئی اور جو اُن کے عہدوں سے معزولی کا سبب بنی۔ اس کے پیچھے ایک سازش تھی جس میں جماعت اسلامی اور نوابزادہ نصر اللہ خاں شریک تھے۔

پاکستان قومی اتحاد کے ٹوٹنے کی بڑی وجہ ان اصولوں کی خلاف ورزی تھی جن کی بنیاد پر اس اتحاد کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ اتحاد میں شامل نو کی نو پارٹیاں ہمیشہ مشترکہ مؤقف اختیار کریں گی اور ہر ایک کا ووٹ فیصلہ کن ہوگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جب تک تمام پارٹیاں کسی مؤقف پر یکساں پالیسی طے نہیں کرتیں اور متفقہ طور پر فیصلہ نہیں کرتیں کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ یہ اصول اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس سے قبل جو بھی اتحاد قائم ہوئے تھے ان کی ناکامی کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ فیصلے اس طرح سے کر لئے جاتے تھے کہ بعض جماعتوں کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ اور یوں اختلاف و انتشار میں اضافہ ہوتا رہتا تھا اور نفرتیں جنم لیتی تھیں۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ کسی طرح کی ممکنہ محاذ آرائی کے خاتمہ کے لئے متفقہ فیصلوں کا اصول تسلیم کرنا ہی واحد حل ہوگا۔ اس پر جب تک عمل ہوتا رہا معاملات خوش اسلوبی سے طے ہوتے رہے اور کسی قسم کی ناراضگی پیدا نہ ہوئی۔ یہ اصول بھی طے کر دیا گیا تھا کہ پی۔ این۔ اے کے عہدیدار ہر سال انتخابات سے منتخب کئے جائیں گے تاکہ جمہوریت کا درس دینے والی جماعتیں خود بھی اپنے طرز عمل سے جمہوریت کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔ جب تک انتخابی دھاندلیوں کے خلاف تحریک چلتی رہی باہمی اتحاد قائم رہا اور تمام فیصلے باہمی مشاورت

**پی این اے کی کچھ جماعتوں نے جنرل ضیائ کی کابینہ میں شمولیت اختیار کی تو جے یو پی نے اتحاد سے علیحدگی کا اعلان کر دیا**

سے طے ہوتے رہے۔ جب مسٹر بھٹو نے مذاکرات کی دعوت دی تو مفتی محمود کے مشورے پر سردار عبدالقیوم نے ملک کی مختلف جیلوں میں نظر بند اتحاد کی جماعتوں کے سربراہوں سے فرداً فرداً ملاقات کر کے اُن کی رائے لی۔ اور جب سب کا اعتماد حاصل ہو گیا تو مذاکرات کی پیشکش کو قبول کرنے کا اعلان کیا گیا۔ جب مذاکرات شروع ہو گئے تو مذاکرات کے فوراً بعد سربراہوں کا اجلاس ہوتا جس میں مذاکرات کی رپورٹ پیش کی جاتی تھی اور مزید گفت و شنید کے لئے لائحہ عمل طے کیا جاتا تھا اور ایک متفقہ پالیسی منظور ہوتی تھی۔

مسٹر بھٹو رخصت ہوئے اور مارشل لاء آ گیا تو قومی اتحاد کی قیادت مارشل لاء والوں کی ہمنوا بن گئی اور ایم آر ڈی سے خفیہ مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے تحریک استقلال نے علیحدگی کا اعلان کیا۔ جمعیت علماء پاکستان نے واضح طور پر کہا کہ اگر مارشل لاء حکومت سے تعاون کی پالیسی طے کی گئی تو ہم اس اتحاد سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ اصولوں کی خلاف ورزی ہوگی۔ این۔ ڈی۔ پی کے سردار شیر باز مزاری نے کہا کہ ہم اتحاد میں تو رہیں گے لیکن حکومت میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب پی۔ این۔ اے کی بقیہ جماعتوں نے جنرل ضیاء کی کابینہ میں شمولیت اختیار کر لی تو جے۔ یو۔ پی نے اس اتحاد سے علیحدگی کا اعلان کر دیا اور کچھ عرصہ بعد جب جنرل ضیاء نے ان وزراء کو فارغ کر دیا تو یہ بچا کھچا اتحاد بھی اپنی موت آپ مر گیا اور عوام کی نظروں سے گر کر اس کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی۔

قومی اتحاد کی بیشتر جماعتیں بھٹو دورِ حکومت میں "متحدہ جمہوری محاذ" کے نام سے متحد رہ چکی تھیں۔ اس اتحاد کی ابتداء قومی اسمبلی کے مشترکہ پارلیمانی گروپ سے ہوئی۔ اپوزیشن کے پارلیمانی اتحاد کے سربراہ عبدالولی خاں تھے۔ جبکہ سیکرٹری جنرل مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔ قومی اسمبلی کی سطح پر یہ اتحاد اپنے اجلاسوں میں مشترکہ مؤقف اختیار کرتا اور اسمبلی میں ان فیصلوں کی روشنی میں بیانات دیئے جاتے۔ اس طرح پی۔ پی۔ پی کی حکومت کا سامنا ایک متحدہ اپوزیشن کر رہی تھی۔ اس متحدہ اپوزیشن نے ۱۹۷۳ء کے آئین کی تدوین کے مراحل میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ٹی وی اور ریڈیو پر اپوزیشن کے رہنماؤں کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی تو تمام جماعتوں کے سربراہوں نے اپنا مؤقف بیان کیا۔ اس طرح آئین سازی کی کمیٹی میں جس کے سربراہ وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ تھے سیاسی جماعتوں کے سربراہان شریک تھے۔ لیکن جہاں تک پالیسی کا تعلق تھا اس میں کافی حد تک یکسانیت موجود تھی۔ پارلیمانی سطح کے اس اتحاد نے وسعت اختیار کی اور ان قومی جماعتوں سے رابطہ قائم کیا جن کی اسمبلی میں نمائندگی نہیں تھی۔ اس طرح سے "متحدہ جمہوری محاذ" کے نام سے سیاسی اتحاد قائم ہو گیا۔ پیر صاحب پگاڑا اس کے سربراہ تھے۔ دراصل یہ اتحاد قائم ہی اس لئے ہوا تھا کہ عوامی سطح پر رابطہ ہو اور پبلک جلسوں کی صورت

## ایم کیو ایم اس امید پر پی پی پی کیساتھ شامل ہو گئی کہ شاید وہ سہانے خواب جو عوام کو دکھائے گئے پورے ہو سکیں!

یہ عوام تک یہ موقف پہنچایا جائے کیونکہ قومی اسمبلی میں جو کچھ ہو رہا تھا قومی اسمبلی ہال سے باہر پہنچانے کے لئے ضروری تھا۔ اسی لئے اپوزیشن نے ملک کے طول و عرض میں جلسے کئے اور اپنی قوت کا مظاہرہ بھی کیا اور اپنی آواز عوام تک پہنچائی۔ ہر جگہ عوام نے اس اتحاد کو پذیرائی کی۔ اختلافات اسی وقت آنا شروع ہوئے جب جمعیت علماء پاکستان نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہر ضمنی انتخاب میں بھرپور حصہ لینا چاہئے۔ کیونکہ حکومت کو انتخابی میدان میں کھلا چھوڑنا اپوزیشن کی بقاء کے لئے ضروری تھا۔ اسی جذبہ کے تحت مسٹر بھٹو جب وزیر اعظم کا الیکشن لڑ رہے تھے تو قومی اسمبلی میں اسی عہدہ کے انتخاب کے وقت مولانا نورانی نے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ اسی طرح جب لاہور کے ایک حلقہ میں ضمنی انتخابات ہونے والے تھے جس میں پی پی پی کے شیر محمد بھٹی امیدوار کے مقابلے پر ملک غلام مصطفٰے کھر اور آزاد امیدوار جاوید ہاشمی الیکشن لڑ رہے تھے تو جمعیت علماء پاکستان نے احمد علی قصوری کو اپنا امیدوار نامزد کیا۔ نتیجہ جو بھی ہوتا تھا ظاہر تھا لیکن جمعیت کی پالیسی یہ تھی کہ جمہوری عمل میں بہرحال حصہ لینا چاہئے۔ کیونکہ مقابلہ کی صورت میں پیپلز پارٹی کی دھاندلیوں کی پردہ دری ہوتی تھی اور عوام پر یہ حقیقت منکشف ہوتی تھی کہ الیکشن کے نام پر کس طرح دھاندلیاں کی جاتی ہیں اور کس طرح عوامی رائے کا مذاق اڑایا جاتا ہے جبکہ متحدہ جمہوری محاذ اسے اپنی شکست سمجھتا تھا اور الیکشن لڑنا توہین کروانے کے مترادف گردانتا تھا۔

مولانا نورانی کا موقف یہ تھا کہ جب ہم انتخابی میدان میں موجود ہی نہیں ہوں گے۔ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے تو عوام تک ہماری آواز کس طرح پہنچے گی۔ یہ ان کا اصولی موقف تھا۔ جس پر وہ ثابت قدم رہے۔ اسی لئے لاہور کے انتخاب میں بھی جمعیت نے حصہ لیا اور کراچی میں مولانا نورانی کی چھوڑی ہوئی نشست پر جمعیت نے پی پی پی کے نور احمد حسین کے مقابلے پر حاجی محمد حنیف طیب کو کھڑا کیا۔ یہاں بھی مقابلہ خوب ہوا۔ پی پی پی نے کراچی کی (اپنے آزمودہ نسخے "جھرلو" کے ذریعہ) یہ نشست بھی جیت لی۔ اگرچہ اس نشست میں بظاہر شکست ہو چکی تھی لیکن جمعیت نے اعلان کیا کہ ہر ضمنی الیکشن میں پی پی پی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ یو۔ ڈی۔ ایف (متحدہ جمہوری محاذ) نے اس پالیسی کو مشترکہ پالیسی سے بغاوت قرار دیا اور اس طرح جے یو پی کے راستے یو ڈی ایف سے علیحدہ ہو گئے۔ حتٰی کہ جب نئے عام انتخابات کی غلط تیاریاں ہونے لگیں تو یو۔ ڈی۔ ایف والوں نے ایک بار پھر جمعیت سے رابطہ قائم کیا تاکہ نئے سیاسی اتحاد کی داغ بیل ڈالی جا سکے۔ اس سلسلے میں لاہور کے "ایمبیسڈر ہوٹل" میں اعلیٰ سطح کا ایک اجلاس بھی ہوا۔ جو نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے سردار شیر باز خان مزاری نے طلب کیا تھا۔ اس میں نئے سیاسی اتحاد کے قیام کے لئے تجاویز سامنے آئیں۔ جس کے نتیجہ میں بعد میں پی۔ این۔ اے کا قیام عمل میں آیا لیکن جس طرح یو۔ ڈی۔ ایف بے اعتمادی اور باہمی شکر رنجیوں کی نذر ہو گیا اسی طرح پی۔ این۔ اے بھی بد عہدیوں، اصولوں کی خلاف ورزیوں اور اقتدار کے حصول کے جذبہ کی بھینٹ چڑھ گیا۔

جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء اس لحاظ سے ایک یادگار رہے گا کہ اس میں تقریباً ملک کی تمام سیاسی جماعتیں ایک نکتہ پر متفق ہو گئی تھیں اور وہ نکتہ تھا ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کا۔ ایم آر ڈی کے اندر اور اس سے باہر کی جماعتیں اس متفقہ آئین کی بحالی کے مطالبہ پر متحد رہیں۔ کیونکہ یہ آئین ملک کی تمام جماعتوں کی مشترکہ جدوجہد اور کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ اس لئے مارشل لاء کے دوران تمام سیاسی رہنما اپنے بیانات تقاریر اور انٹرویوز میں اس آئین کی بحالی پر زور دیتے رہے۔ صرف جماعت اسلامی کی قیادت نے اس سلسلے میں ابہام کی پالیسی اپنائے رکھی اور میاں طفیل محمد ہمیشہ گول مول بات کرتے رہے لیکن پروفیسر غفور نے ہمیشہ اس معاملے پر دو ٹوک بات کی اور آئین کی بحالی کے اپنے موقف کو بار بار دہرایا لیکن بے چارے اکیلے پروفیسر غفور کیا کرتے؟ وہاں تو جب تک

> پاکستان قومی اتحاد کو جس قدر پذیرائی ملی وہ اپنی مثال آپ ہے

سب بڑے بڑے تیار ہوتے جنرل ضیاء کی حمایت کی پالیسی سے دستبرداری کا اعلان کیسے ہوتا۔ ایم۔ آر۔ ڈی میں اگرچہ مختلف الخیال جماعتیں موجود تھیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ یہ ملک کی تاریخ کا عرصے کے اعتبار سے سب سے کامیاب اتحاد رہا۔ اگرچہ آخر میں یہ اتحاد صرف نام کی حد تک ہی رہا۔ اس میں سے شروع ہی میں سردار عبدالقیوم نکل گئے۔ بعد میں اصغر خان نے بھی علیحدگی اختیار کر لی لیکن اتحاد کسی نہ کسی طرح سے باقی رہا اور اپنے اجلاس آپس کے جھگڑوں کے باوجود منعقد کرتا رہا اور اس پلیٹ فارم سے غلام مصطفٰے جتوئی نے سندھ میں بحالی جمہوریت کی یادگار تحریک چلائی۔ لیکن اس اتحاد کی ایک خامی جو ہمیشہ رہی وہ یہ کہ پی پی پی کو ہمیشہ یہ احساس رہا کہ وہی سب سے بڑی اور برتر پارٹی ہے۔ اس احساس نے دوسری پارٹیوں کو احساس کمتری میں مبتلا کئے رکھا جونہی الیکشن ۸۸ء کا شیڈول دیا گیا تو پی پی پی نے ایم آر ڈی کو یوں فراموش کیا جیسے کبھی جان پہچان ہی نہ ہو۔ صرف نوابزادہ نصر اللہ خان اور ملک محمد قاسم پر نظر کرم رہی کہ ان کے مقابلے پر پی پی پی کے امیدوار سامنے نہ آئے۔ نوابزادہ صاحب جیت کر بھی پی پی پی کے ساتھ نباہ نہ کر سکے جبکہ ملک محمد قاسم ہار کر بھی بے مزہ نہ ہوئے اور وفاداری کے صلہ میں مشاورت کے اعزاز کے مستحق ٹھہرائے گئے۔ رہے معراج محمد خان، انتخاب علی خان اور رسول بخش پلیجو وغیرہ تو یہ بے چارے نہ تین میں رہے نہ تیرہ میں۔

ع پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں۔

ایم کیو ایم اور پی پی پی کا اتحاد جس طرح حیران کن تھا اس سے زیادہ حیران کن ایم کیو ایم کا نواز شریف سے اتحاد تھا۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ایم کیو ایم اپنے مزاج اور نظریات کے اعتبار سے ایک مخصوص گروہ کی نمائندہ ہے۔ یہ مہاجر قومیت کا نعرہ لے کر آئی اور مہاجروں کے حقوق کے تحفظ کی چیمپئن بننے کی دعویدار تھی۔ اس بنیاد پر اس نے ووٹ حاصل کئے۔ عوام کے جذبات سے کھیلا اور بلا شرکت غیرے کراچی اور حیدر آباد کی نمائندہ تنظیم قرار پائی جبکہ پی پی پی بنیادی طور پر ایک وڈیرہ خاندان کی موروثی پارٹی ہے۔ یہ کل بھی بھٹو خاندان کی تھی اور آج بھی بھٹو خاندان کی ہی پارٹی ہے۔ اس کی طرف سے سندھ میں سندھ کارڈ کو خوب استعمال کیا گیا اور اس بنیاد پر اسے اندرونِ سندھ واضح کامیابی حاصل ہوئی۔ ایم کیو ایم شہری طبقوں کی نمائندہ

باقی صفحہ ۵۰ پر

# پس چہ باید کرد

**نورانی میاں کے نظام مصطفیٰ سے اخلاص کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ریاست کا یہ مرد حق اپنے ذاتی گھر سے بھی محروم ہے**

۱۹۸۸ء کے انتخابات گیارہ سالہ مارشل لاء کے دور استبداد کے بعد جمہوریت کی ابر بہار کا محض چھینٹا بن کر آئے۔ عوام کو توقع تھی کہ جمہوری دور کے آنے سے ماضی کے زخم مندمل ہوں گے اور قوم ایک بار مل کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گی۔ عوام کے منتخب نمائندے اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہوں گے اور غریب عوام بھی چین کا سانس لے گی لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حالیہ الیکشن قوم کے جمہوری مزاج کا امتحان بن کر آئے۔ ابتداً جمہوریت پسند قوتوں نے محض جمہوریت کے استحکام کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ دے کر اسے ایوان اقتدار سے ہمکنار کر دیا۔ پیپلز پارٹی واحد اکثریتی پارٹی تھی اور قانونی طور پر حکومت کو تشکیل دینا اس کا حق بنتا تھا اسی دوران وہ لوگ بھی سرگرم رہے جنہیں مارشل لاء کی باقیات سے یاد کیا جاتا ہے انتہائی کم ممبران کے بل بوتے پر بھی وہ محض اپنے آپ کو اقتدار پر براجمان اور پیپلز پارٹی کو حزب اختلاف کی بنچوں پر دیکھنا چاہتے تھے اور یہیں سے جمہوریت کشی کی عملی گرم جنگ کا دروازہ یوں کھلا کہ اب بند ہی نہیں ہو پاتا۔ جمہوری عدم استحکام کی تمام تر ذمہ داری پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی پر عائد ہوتی ہے جو اصولوں کی خاطر نہیں محض انائی تسکین اور اقتدار کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے سر بگریباں ہیں۔ کل تک خان ولی خان ملک دشمن بھی تھے۔ غدار بھی، غیر ملکی ایجنٹ بھی تھے اور روس کے گماشتے بھی لیکن جب سے انہوں نے آئی جے آئی کے حرم میں قدم رکھا ہے ان کے تمام گناہ دھل گئے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ کراچی اور حیدر آباد جیسے مذہب پرست شہروں میں بھائی کو بھائی سے لڑانے والی دہشت گرد تنظیم ایم کیو ایم ہے۔ لیکن تمام مبینہ گناہوں کے باوجود وہ وفاق کی نام نہاد حامی پیپلز پارٹی کے چمن میں بھی رہی اور آج اسلام کے ٹھیکیداروں اور عصبیتوں کے دشمنوں کے ساتھ مصروف جدوجہد ہے۔ کیا یہی ہے وہ اصولی سیاست جس کی خاطر مرکز اور صوبوں میں براجمان پارٹیاں عوام کے مینڈیٹ کو تباہ اور جمہوریت کو قتل کیا جا رہا ہے۔

**محمد ریاض بھیروی**

پیپلز پارٹی تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے حلیفوں سے محروم ہو گئی وزیر اعظم صاحبہ نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ فلاں فلاں صاحب مجھ سے فلاں فلاں مطالبات پورا نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہیں۔

چنانچہ اب وہ ان کے حریفوں کی صف میں شامل ہو گئے اور دوسری طرف صدر ضیاء الحق کے سیاسی شاگرد میاں نواز شریف اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے تمام تر اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے تمام تر پارٹیوں کو بغض معاویہ کے تحت متحدہ اپوزیشن کی شکل میں اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے چنانچہ اس تمام باہمی چپقلش اور مناقشت کا انجام تحریک عدم اعتماد کی صورت میں نکلا جو کہ روایتی طور پر ناکامی سے ہمکنار ہوئی چنانچہ پی پی پی کو اپنی غلطیوں کو درست کرنے کا بڑا سنہری موقع ہاتھ آیا جبکہ دوسری طرف متحدہ اپوزیشن بھی اپنی نوک پلک درست کرنے میں مصروف ہے اور ایک اور عدم اعتماد کی تحریک لانے کی بھرپور کوششیں کر رہی ہے۔ متحدہ اپوزیشن کی تمام سیاسی جماعتوں نے اپنے اپنے سیاسی تحفظات کے تحت تحریک عدم اعتماد کا ساتھ دیا جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی کا نام عدم اعتماد کی تحریک پر دستخط کرنے والوں میں سرفہرست تھا۔ جمعیت علمائے پاکستان کا مؤقف شروع ہی سے واضح تھا۔ جمعیت نے ہر اچھے کام کا ساتھ دینے اور ہر برے کام کی مخالفت کا فیصلہ کیا ہے اس کام کا تعلق کسی بھی گروپ کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اب اگر جمعیت نے شریعت اسلامیہ کی بالادستی اور مبینہ طور پر عورت کی حکمرانی کے حرام ہونے کے سبب تحریک عدم اعتماد کا ساتھ دیا تھا تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا تحریک کی کامیابی اور وزارت عظمیٰ کی کرسی پر غلام مصطفیٰ جتوئی یا میاں نواز شریف جیسے نظام مصطفیٰ کے قاتل اور مارشل لاء نواز لوگوں کے براجمان ہونے سے کیا شریعت کو بالادستی مل جائے گی؟ اور شریعت اسلامیہ کی روح سے ایک پاک و حلال حکومت کا قیام ممکن ہو گا؟

مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک پریس کانفرنس

**مولانا عبدالعلیم صدیقی نے**
**تحریک پاکستان کیلئے**
**اس قدر کام کیا**
**کہ قائد اعظم نے اُن کی**
**خدمات کے صلہ میں انہیں**
**"سفیر اسلام" کا خطاب دیا**

[illegible] وقت تحریک
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تحریک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تحریک
[illegible]
[illegible]
[illegible] مشترکہ حکومت کے
بجائے [illegible] ہوتا ہے جس کے انکار اور نظریات
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تحریک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا ترجمہ ہے
[illegible]
[illegible] جو سب مختلف
نظریات [illegible] اتحاد کا سبب ہے کیا یہ
[illegible]
[illegible] کے پاس وہ کون سا
[illegible] رکھے گا۔ اور
کیا اس سوال کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں
[illegible] مختلف نظریات کی حامل جماعتوں کا یہ
[illegible] عصبیتوں کو دہراتے ہوئے باہم
دست و گریباں ہو جائے اور عوام ایک بار پھر
[illegible] کتنی حیرت کی بات ہے
کہ اس اتحاد میں نظام مصطفیٰ ؐ والے بھی ہیں۔
اور نظام مصطفیٰ ؐ کے غدار بھی پاکستان کے معمار
بھی ہیں اور پاکستان کے ازلی دشمن بھی۔ جمہوریت
کے قاتل بھی ہیں اور مارشل لاء کے پروردہ بھی
عصبیتوں کے علمبردار بھی ہیں۔ اور صوبائیت کے
[illegible] تشکیل پایا اتحاد کب تک پائیدار
[illegible] حالات کا تقاضا ہے کہ نظام
مصطفیٰ ؐ سے مخلص قیادت ان دونوں مفاد پرست

گروہوں کو مسترد کر کے تمام سیاسی مفادات
و تحفظات سے بالاتر ہو کر براہ راست عوام
کے سامنے آئے [illegible] ہے کہ اگر
جمعیت کی قیادت نے وقت کی رفتار کو نہ
سمجھا تو نظام مصطفیٰ کی منزل سے کوسوں دور ہو
سکتی ہے اگر جمعیت نے سیاسی مفادات کے
حصول کے لئے آئی جے آئی یا پی پی کا ساتھ دیا تو
سیاسی اخلاص اور قربانیوں کے ایک باب کا
خاتمہ ہو جائے گا۔

حالیہ انتخابات میں جمعیت علمائے پاکستان ووٹوں
کے تناسب کے لحاظ سے ملک کی دوسری بڑی سیاسی
جماعت بن کر ابھری تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی جیسی
سابق حکمران پارٹی اور آئی جے آئی جیسے اتحاد کے
باوجود جمعیت کے حق میں پڑنے والے ووٹوں کا یہ
عظیم حجم اس بات کی دلیل ہے پاکستان کی ایک

> **تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران**
> **مولانا نورانی کو**
> **گڑھی خیرو کے جہنم زار میں**
> **پابند سلاسل کیا گیا۔**

بڑی تعداد جمعیت علمائے پاکستان کے منشور نظام
مصطفیٰ اور جمعیت کی اصولی سیاست سے متاثر ہے
اور صرف اور صرف نظام مصطفیٰ چاہتی ہے۔ اب
جب کہ ناگفتہ بہ ملکی حالات کی وجہ سے عوام کا سیاسی شعور
یقینی طور پر تبدیل ہو چکا ہے اور عوام دونوں حکمران
طبقوں کی ہوس اقتدار کی جنگ سے تنگ آ کر
اصلاح احوال چاہتے ہیں تو جمعیت عوام سے براہ راست
رابطہ کر کے دس لاکھ ووٹوں کی قوت کو بڑی آسانی
کے ساتھ بیس لاکھ کے مارجن میں تبدیل کر سکتی ہے۔
نظام مصطفیٰ ؐ سے مخلص تیسری قوت کے نہ ہونے
کی وجہ سے عوام بمجبوراً حکمران طبقوں کے سیاسی دھارے
کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ جمعیت کو اصلاح احوال کا بیڑہ
اٹھانا ہو گا۔ اور نظام مصطفیٰ ؐ کے نورانی پیغام کو
گھر گھر پہنچانا ہو گا۔ میرا ایمان ہے کہ صرف اور صرف
قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی جیسی مخلص قیادت
ہی اس ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے جن کی جلوتوں
اور خلوتوں میں کوئی فرق نہیں جن کی زندگی نظام
مصطفیٰ ؐ کی عملی تفسیر ہے۔ نظام مصطفیٰ ؐ سے اخلاص

کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ سیاست
کا یہ مرد حق اپنے ذاتی گھر سے بھی محروم ہے اور کرائے
کے مکان میں رہتا ہے۔ نظام مصطفیٰ ؐ کی فکر نے
انہیں فکر معاش سے آزاد کر دیا ہے پاکستان
کی سیاست کا یہ ایسا روشن ستارہ ہے جن کے دامن
پر کوئی داغ دھبے نہیں ہیں اور انہوں نے علم و عمل
پر ایثار و قربانیوں کی داستانیں رقم کی ہیں جبکہ تحریک
پاکستان تو درکنار، غلام مصطفیٰ جتوئی اور غلام مصطفیٰ
کھر نے نظام مصطفیٰ ؐ کی تحریک کو کچلا۔ نوابزادہ نصراللہ
نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی۔ نواز شریف مارشل لاء
کی نرسری میں سیاست کے میدان میں وارد ہوئے
اور بغیر کسی سیاسی قربانی کے پلک جھپکتے میں لیڈر
بن گئے جماعت اسلامی نے آج تک پاکستان کو تسلیم
نہیں کیا۔ مولوی فضل الرحمٰن کی جمعیت، جمعیت
علمائے ہند کی ذیلی جماعت ہے اور آج بھی پرانے
خیالات پر مصر کار بند ہے بلکہ اسلامی سوشلزم
کی اصطلاح کی بانی ہے۔ اکبر بگٹی صوبائیت اور قومیت
کا زبردست علمبردار ہے۔ الطاف حسین نے لسانی
اور قومی عصبیتوں کو فروغ دیا۔ ولی خان شروع ہی سے
بھارت کے وفادار چلے آ رہے ہیں۔ اگر اس تناسب
سے دیکھا جائے مولانا نورانی کے دامن پر کوئی داغ
نہیں۔ مولانا نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی
نے تحریک پاکستان کے لئے اس قدر کام کیا کہ حضرت
قائد اعظم ؒ نے ان کی خدمات کے صلے میں انہیں "سفیر
اسلام" کا خطاب دیا۔

مولانا نورانی نے تحریک پاکستان کے بعد تحریک
ختم نبوت اور "تحریک بنگلہ دیش نامنظور" میں
کلیدی کردار ادا کیا۔ اور تحریک نظام مصطفیٰ ؐ کے دوران
مولانا نورانی کو گڑھی خیرو کے جہنم زار میں پابند
سلاسل کیا گیا۔ قومی اتحاد کی تشکیل بھی
مولانا نورانی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ جمعیت نے مارشل لاء
کی سول وزارتوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا
غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور یوں سیاسی
استقلال اور ایثار و قربانیوں کی وہ داستان رقم
کی جو ہر کسی کے مقدر میں نہیں۔ جمعیت کا سابقہ کردار
اور لازوال قربانیاں ایک بار پھر اس بات کی متقاضی
ہیں کہ نظام مصطفیٰ ؐ سے مخلص قیادت اٹھے اور تن تنہا
رسم شبیری ادا کرے تا کہ اس ملک پر نظام مصطفیٰ ؐ
کا سبز ہلالی پرچم لہرا سکے۔

## ● پاکستان اسٹیل کی ادبی تنظیم "بزم فکر و فن" کا اجلاس
## ● مرزا غالب کے نوادرات اور چغتائی کی نادر تصویروں کی قومی عجائب گھر میں نمائش

پچھلے ہفتے یورپ، کشمیر اور روس میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں پر پاکستان اسٹیل کی ایک ادبی تنظیم "بزم فکر و فن" کے زیرِ اہتمام ایک اجلاس ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر میں ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جائے۔ اس اجلاس میں جن شرکا نے حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، جناب شفیق خالد، جناب علی محمد، میاں اکرام الحق، حیدر علی حیدر، حنیف ثاقب، پروین سجل، مجتبٰی شان، منظور عابد، نیر سلطانہ نیرؔ، منظور عالم عابر، شوکت حیات، ہدایت اللہ امیری اور راقم الحروف شامل ہیں۔

اس موقع پر جناب شفیق خالد نے کہا کہ یورپ میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں کا آغاز تو آج سے نصف صدی قبل ہو چکا تھا۔ موجودہ دور میں آپ اور ہم سبھی جانتے ہیں کہ ایسی تبدیلیوں کے باعث آج پوری دنیا میں ایک انقلابی لہر اٹھی ہے اور یہ لہر یورپ، کشمیر، روس اور دیگر ممالک میں پھیل گئی ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کو پہلے ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ عوامی ذہن باشعور نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ کوئی انقلابی قیادت آگے نہ آسکی۔

جناب شفیق خالد نے کہا کہ آزادی کی اس لہر نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور دنیا بھر کے عوام یہ جان چکے ہیں کہ کوئی بھی طاقت زبردستی اُن کے ذہن و ادراک کے فیصلے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ اپنا حق مانگتے ہیں انہیں سولیوں پر چڑھایا جاتا ہے یا پھر وہ گولیوں کا نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کشمیریوں کی جدوجہد پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آخر ایک دن یہ ظلم اور بربریت کی تاریکی چھٹ کر رہے گی اور کشمیر آزاد ہو کر رہے گا۔

جناب علی محمد نے غیر مسلموں کے نظریات کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اُن کے نزدیک قرآنِ حکیم ایک مکمل کتاب ہے اور وہ ایک روشن قندیل ہے۔ اس کی روشنی نے اقوامِ عالم کو منور کیا اور ایک ایسی شخصیت پر نازل کیا گیا جو اللہ تبارک و تعالٰی کا محبوب تھا جو دنیا بھر کے لئے سچا نبیؐ بن کر آیا۔ جس نے دنیا بھر کے مظلوم انسانوں کو انسانیت کا درس دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہاں رنگ و نسل کی ضرورت نہیں ہے۔ سب ہی ایک ہی خالق کے ماننے والے ہیں! انہوں نے کہا کہ اقوامِ عالم میں اسلامی سوچ و فکر کی ضرورت ہے اور ہمارے لئے یہی ایک واحد راستہ ہے جس پر چل کر ہم فلاح پا سکتے ہیں۔

اسٹیل ٹاؤن کی ادبی تنظیم بزم فکر و فن کے روحِ رواں جواں فکر شاعر و ادیب جناب حیدر علی حیدر یورپ میں ہونے والی تبدیلیوں پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کمیونزم کے حامی مصنفین جن کو عرفِ عام میں ترقی پسند کہا جاتا ہے۔ یہ سب کے سب اپنی ناکامی کا رونا رو رہے ہیں۔ اُن کے اطراف مایوسی پھیل گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تشخص اور اسلامی ادب کو پھیلانے والے ادبا و شعرائے کرام کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

بزم فکر و فن کی جنرل سیکریٹری محترمہ پروین سجل نے اسلام اور مسلمانانِ عالم کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے اسلاف و اقدار سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ایک طرف ہمارے مقابلے میں غیر مسلم ادبا و شعرائے کرام قرآن مجید اور حضورؐ سرورِ کائنات کے حضور اپنے بیش قیمت اور گراں قدر خیالات کا اظہار کر رہے ہیں تو دوسری طرف ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی آج تک صحیح طور پر اسلام کی روح کو نہیں پہچان سکے جس کی وجہ سے اقوامِ عالم میں ہمارا معیار گر گیا ہے۔ محترمہ سجل صاحبہ نے کہا کہ اس وقت ہمیں اتحاد و یکجہتی کی جتنی ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی!

محترمہ پروین سجل کشمیر کے مسئلہ پر قومی اخبارات و جرائد کے رویّے کی تعریف کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنے قلم سے ایسے رونما ہونے والے واقعات پر اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ رنگ و نسل اور لسانیت سے ہٹ کر ایک پرچم تلے متحد ہو جائیں۔ وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ان خیالات و افکار کے بعد پاکستان اسٹیل سے وابستہ ملازمین کی اس تنظیم نے ایک شعری نشست کا اہتمام بھی کیا تھا۔ اس شعری نشست میں جن شعرائے کرام نے شرکت کی ان کے نام یہ ہیں۔

علی محمد، منظور عالم عابر، ایم۔ اے۔ خان فاضلی، خالد جاوید، پروین سجل، نیر سلطانہ نیرؔ، حیدر علی حیدر، عمر قادری روشنؔ، مجتبٰی شان، جاوید گوہر، نثار احمد نثار، جاوید سلیم اور راقم الحروف نے اپنا کلام سنایا۔ اُن کے چند منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیں!

ضبطِ غم کا کون اندازہ کرے
تیری صورت دریاں ہے آجکل ــــــ (روشن قادری)

بقا کا راز فنا ہی میں پاؤ گے لیکن
کسی کے نام پہ وقف اپنی زندگی تو کرو ــــــ (علی محمد)

شبِ خوں ہوائے آرزو نے مارا کچھ اس طرح
پل میں اُجڑ گئے ہیں گلستاں کھلے ہوئے ــــــ (پروین سجل)

میرے رفیق، میرے دوست، مہرباں میرے
چلے ہیں لے کے مجھے پھر شکار گاہوں پر ــــــ (جاوید گوہر)

تم مجھ کو محبت سے ملو گے تو ملیں گے
مجبور اگر تم ہو تو مجبور ہیں ہم بھی ــــــ (حیدر علی حیدر)

اسی کا نام سیاست ہے اس زمانے میں
مزے بہار کے لوٹو خزاں کی بات کرو ــــــ (راقم الحروف)

بچا غالب کی ۱۲۱ ویں برسی پر کراچی والوں کی بھی حس جاگ اٹھی۔ اس موقع پر قومی عجائب گھر کراچی میں مرزا اسد اللہ خان غالب کے نوادرات کے نادر نسخوں کے علاوہ شہنشاہِ مصوّر عبدالرحمٰن چغتائی کی بنائی ہوئی نادر تصویروں پر مشتمل ایک پندرہ روزہ نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خلافِ توقع کراچی اور اس کے مضافات کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس نمائش کو دیکھا اور قومی عجائب گھر کراچی کے منتظمین کی کوششوں کو سراہا۔ لوگوں نے کہا کہ اس قسم کی نمائشوں کا اہتمام کیا جانا چاہیئے تاکہ ہماری نئی نسل ان جواہر پاروں سے استفادہ کر سکے۔ شعرائے کرام کے علاوہ اور بھی قومی ہیروز ہیں جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ کچھ تو اللہ کو پیارے ہو گئے اور

باقی ص ۵۰ پر

تحریر: نیاز احمد جاوید

# انجمن طلبا اسلام کی "جیوے پاکستان" مہم

# ملک دشمن عناصر کے لئے موت کا پیغام ہے

آج کل ہر طرف بے مقصد کتب سے بڑا مسئلہ اخلاق و کردار کی پستی ہے۔ اخلاق و کردار کے انحطاط نے نوجوانوں کو [illegible] کر دیا ہے یہاں تک کہ اصل مقصد کو بھی بھلا [illegible] ثقافت کی یلغار نے مسلمانوں کی [illegible] اعلیٰ انسانی اقدار [illegible] سے ناآشنا کر دیا ہے [illegible] سرگرمیاں [illegible] معاشرے کا [illegible] بلکہ [illegible] اسلام دشمن [illegible] اور پرکشش [illegible] کر کے [illegible] نوجوان نسل کو بچانے کے لئے ضرورت [illegible] دینی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے۔ اس سلسلے میں انجمن طلبہ اسلام کے زیر اہتمام زرعی یونیورسٹی [illegible] دینی کتب پر مبنی [illegible] تحریک نظام مصطفیٰ [illegible] پہلا شہید [illegible] انجمن طلبہ اسلام کے جامعہ زرعیہ کے کیمپس میں [illegible] نمائش [illegible] گزشتہ دنوں بھی انجمن طلبہ اسلام [illegible] یونیورسٹی کے کیمپس میں تین روزہ دینی کتب [illegible] نمائش لگائی گئی۔ دینی کتب کی نمائش میں اعلیٰ [illegible] کنز الایمان، تفسیر نعیمی اور دیگر [illegible] کتب رکھی گئیں۔

دینی کتب کی نمائش کی افتتاحی تقریب ہوئی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انجمن طلبہ اسلام کے سابق [illegible] انجمن طلبہ اسلام نے [illegible] مصطفیٰ [illegible] نوجوان [illegible] حالات کے [illegible] ناکام [illegible] ہے [illegible] نظام مصطفیٰ [illegible] تنظیموں پر پابندی کے [illegible] انجمن طلبہ اسلام [illegible] میں ہراول دستے کے طور پر کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ انجمن طلبہ اسلام تعلیمی اداروں میں اسلامی نظام تعلیم رائج کروانے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ نظام تعلیم کو اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کے لئے مرکزی حکومت کو اے ٹی آئی نے جامع مسودہ پیش کر دیا ہے جس پر حکومت عملدرآمد کر کے موجودہ طبقاتی نظام تعلیم کو اسلامی بنا سکتی ہے۔ انجمن طلبہ اسلام کے مرکزی خازن علی رضا انجم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کے پر آشوب دور میں ملت کی فلاح و نجات کا دارومدار نوجوانوں کے کردار پر ہے۔ بلاشبہ نوجوان کسی بھی قوم کا قیمتی سرمایہ [illegible]

ہوتے ہیں مستقبل کی تمام تر امنگوں اور آرزوؤں کا محور نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ انہوں نے طلبہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی عملی زندگیوں میں اپنے سیرت و کردار سے انجمن طلبہ اسلام کے نصب العین کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دیں تاکہ ہم اپنے اپنے حلقوں میں غلامیٔ رسول ﷺ کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔ انجمن طلبہ اسلام زرعی یونیورسٹی کے جنرل سیکرٹری محمد جمیل قریشی نے کہا کہ ملک و ملت کو انتشار کی راہ پر ڈالنے کے لئے آج پھر قیام پاکستان کے مخالفین اپنی کمین گاہوں سے نکل کر فرقہ واریت اور بدعقیدگی کی فضا کو پیدا کرنے کے لئے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے انجمن طلبہ اسلام نے سال ۱۹۹۰ء کو جیوے پاکستان مہم کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جیوے پاکستان مہم ملک دشمن عناصر کے لئے موت کا پیغام ہے۔ اس کے علاوہ ناظم یونیورسٹی نصیر احمد جٹی، محمد رفیق اعوان، ملک نثار عباس، اشرف پیرزادہ نیاز احمد جاوید اور دیگر طلبہ رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں حمایت علی چوہدری نے نمائش کا افتتاح کیا اور طلبہ کو مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی کے یورپی ممالک میں تبلیغی دوروں کے دوران مختلف تبلیغی اجتماعات سے خطاب کی ویڈیو کیسٹ بھی دکھائے گئے جنہیں طلبہ نے دیکھ کر اسلامی معلومات سے استفادہ حاصل کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی کے یورپی ممالک کے تبلیغی دوروں کو سراہا۔ دینی کتب پر مبنی نمائش تین روز مسلسل جاری رہی۔ اس دوران طلبہ نے کتب خریدیں۔ یونیورسٹی انتظامیہ اور اساتذہ نے انجمن طلبہ اسلام کے کارکنوں کو دینی کتب کی نمائش کے انعقاد پر انہیں مبارکباد پیش کی اور اپنے خیالات کو نمائش میں رکھے گئے تاثرات رجسٹر میں قلمبند کیا۔ یونیورسٹی میں موجود مختلف تنظیموں کے راہنماؤں نے بھی تاثرات رجسٹر میں اپنے خیالات قلمبند کئے اور انجمن طلبہ اسلام کے اراکین کو دینی کتب کی نمائش لگانے پر خراج تحسین پیش کیا۔

●●

# ناظرین منی سیریل کو زیادہ پسند کر رہے ہیں

گذشتہ دنوں کراچی میں آل پاکستان نیوز پیپرز ایسوسی ایشن کی سالانہ تقریب ہوئی، جس کی مہمان خصوصی محترمہ بے نظیر بھٹو تھیں لیکن اچانک کچھ اہم معاملات پیش آنے کی وجہ سے عین وقت پر ان کی آمد ملتوی ہو گئی اور ان کی جگہ وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات جناب احمد سعید اعوان صاحب نے مہمان خصوصی کے فرائض انجام دیئے اس تقریب میں مختلف اشتہاری ایجنسیوں اور اخباری صنعت کے بہتر کارکردگی والے افراد و خواتین کو انعامات دیئے گئے گذشتہ سات برسوں کی طرح آٹھویں برس بھی اورینٹ نے پہلا انعام حاصل کیا لیکن جب ٹیلی ویژن کے خبرنامے میں اس تقریب کی کوریج دکھائی گئی تو نہ صرف یہ کہ اورینٹ کو پہلا انعام لیتے ہوئے نہیں دکھایا گیا بلکہ اس کے علاوہ بھی اورینٹ کے افراد نے جو انعامات حاصل کئے تھے ان کا بھی مکمل بائیکاٹ کیا گیا، جبکہ دوسرے اور تیسرے انعام یافتگان کو کوریج دی گئی، حالانکہ دنیا بھر میں اول نمبر پر آنے والے کو ترجیح دی جاتی ہے یہ بات سب نے محسوس کی لیکن اسمیں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی یہ تو خود سمجھنا چاہیئے تھا کہ چونکہ اورینٹ نے آئی جے آئی کی انتخابی مہم چلائی تھی اسلئے ان کا معتوب ہونا تو لازمی امر ٹھہرا۔ رواداری، مروّت اور انصاف کی باتیں کر لینا اور بات ہے اور ان پر عملدرآمد کرنا دوسری بات ہے مزے کی بات یہ ہے کہ ایسا خود وزیر اطلاعات کی تقریب میں ہوا اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ جب پہلی ٹی وی کمرشل ایوارڈز کی تقریب ہوئی تھی اسمیں تو دکھایا تھا' تو وہاں تو مجبوری تھی کہ دس میں سے پانچ انعام مذکورہ ایجنسی لے رہی تھی اس پر ٹیپ چلانا ذرا مشکل کام تھا ویسے کچھ بعید بھی نہ تھا اگر وہاں بھی ایسا کر لیا جاتا تو کوئی ٹیلی ویژن والوں کا بھلا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

ٹی وی کا قدیم ترین کوئز پروگرام نیلام گھر جو آجکل

**تابندہ لاری**

لاہور میں ہو رہا ہے سننے میں آیا ہے کہ نئے سہ ماہی میں اسلام آباد مرکز سے پیش کیا جائے گا، اس سے قبل اسکی کراچی واپسی کی اطلاع تھی لیکن شہر کے حالات کے پیش نظر اسکا امکان صفر ہو گیا ہے نیلام گھر کو ناظرین کی تمام تر دلچسپیاں کھونے کے باوجود چلانا ٹیلی ویژن والوں کی مجبوری ہے اسلئے کہ یہ "کماؤ پوت" ہے اسلئے ناظرین کو پسند آئے، نہ آئے یہ پروگرام چلتا رہے گا۔

اقبال لطیف عوامی مسائل پر مبنی پروگرام "دیوان عام" بڑی کامیابی سے پیش کر رہے ہیں، جسکی کمپیئرنگ زلیخا یوسف کر رہی ہیں لیکن اس پروگرام کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ ایسے وقت ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے کہ بیشتر ناظرین اسے دیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں، بالکل یہی رویہ مشہور پروگرام "میں اور آپ" کے ساتھ بھی تھا، پتہ نہیں ٹیلیویژن والے اچھے پروگراموں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کرتے ہیں اقبال لطیف کراچی سے "میں اور آپ" کا سلسلہ شروع کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔

کراچی سینٹر کی منی سیریل "گریز" بہت پسند کی جا رہی ہے اس میں ایک بہت اہم موضوع کو نیا گیا ہے آج کل کے دور میں بھی جبکہ بیٹیاں کسی طور بھی بیٹوں سے کم نہیں لڑکیوں کی پیدائش پر ناگواری کا تاثر دیا جاتا ہے، تعلیمیافتہ گھرانوں میں بھی یہ رجحان پایا جاتا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے، حمید کاشمیری بڑی توجہ اور لگن سے اس سیریل کو تحریر کر رہے ہیں کاظم پاشا ایک بار پھر میدان میں اس سیریل کے ساتھ اترے ہیں "جانگلوس" کی ناکامی نے ان کے حوصلے پست نہیں کئے ہیں، اس سیریل میں کاسٹ کے انتخاب میں بھی ذہانت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، نیلی شادی کے بعد پہلی سیریل کر رہی ہیں۔ جبکہ شبیر جان کو اس بار مختلف کردار دیا گیا ہے ورنہ ابھی تک انہوں نے جو بھی کردار ادا کئے وہ سب ولن ٹائپ کے تھے اس کردار کو ادا کرنے کے بعد وہ خود کو ورسٹائل اداکار منوا سکیں گے "گریز" کی پانچ اقساط ہیں، آج کل ٹی وی کا منی سیریل کا رجحان زیادہ ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ ناظرین ان سیریلوں کو پسند کرتے ہیں جس طرح پانچ دن تک کرکٹ میچ دیکھنے کے مقابلے میں لوگ ون ڈے کرکٹ میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اسی طرح طویل سیریل کے مقابلے میں انہیں منی سیریل میں زیادہ مزا آتا ہے کیونکہ نتیجہ جلد برآمد ہو جاتا ہے۔

نازیہ حسن کی جہانگیر خان کے ساتھ منگنی کی خبریں بڑی تیزی سے گشت کرنے لگیں تھیں چونکہ دونوں فریقین بھی خاموش تھے اسلئے اس بات کو مزید تقویت ملی لیکن بالآخر نازیہ کی والدہ منیزہ بصیر نے پہل کی اور ان اطلاعات کی تردید کی، جبکہ دوسری طرف سے اس بارے میں بالکل خاموشی ہے، شوبزنس سے وابستہ افراد کے بارے میں عام طور پر خبریں بہت جلد اڑ جاتی ہیں جن میں نوے

نیلام گھر
ناظرین کی تمام تر
دلچسپیاں کھونے کے باوجود
چلانا ٹیلیویژن والوں کی
مجبوری ہے

عوامی مسائل پر مبنی پروگراموں
کو ایسے وقت پر نشر کیا جاتا ہے
کہ بیشتر ناظرین اسے دیکھنے
سے محروم رہ جاتے ہیں

خوبصورت بھی ثابت ہوتی ہیں ۔ لیکن نازیہ کی والدہ
کے بعد شف پر تو یہ سلسلہ ختم ہوتا ہی نظر آتا ہے ۔
کراچی کے ایک بہت اچھے اداکار ہوتے ہیں جن کا
نام اظہر علی ہے پیشے کے لحاظ سے وہ انجینئر ہیں اور
شوبزنس سے بھی شغف رکھتے ہیں اکثر پروگراموں
میں بحیثیت کمپیئر بھی نظر آتے ہیں ۔ لیکن بڑے عرصے
سے ٹی وی اسکرین سے غائب ہیں اب سننے میں آیا ہے
کہ وہ اسلام آباد کی سیریل "دشت" میں کام کریں گے
جسے اصغر ندیم سید نے تحریر کیا ہے اسکے پروڈیوسر قیصر فاروق
ہیں ، ممکن ہو سکتا ہے اس سیریل کے بعد مظہر علی
کراچی اسٹیشن سے بھی نظر آنے لگیں ۔

اسٹیج کے معروف فنکار عمر شریف نے اب فنکاروں
کے مسائل حل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے وہ آرٹس کونسل
کی گورننگ باڈی کے رکن ہیں اور اس ناطے وہ فنکاروں
کی بہبود اور مسائل کے حل کو اپنی ذمہ داری تصور کرتے
ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنی اس کوشش میں کس
حد تک کامیاب ہوتے ہیں ۔

مسی اداکارہ نیلی کہتی ہیں کہ ہمارے لوگ چڑھتے
سورج کے پجاری ہیں ان کی شہرت دیکھ کر اکثر لوگ
ان کا فرضی انٹرویو چھاپ دیتے ہیں لیکن جہاں فنکار
کی مقبولیت کا گراف گرا لوگ اس کے چاہنے کے باوجود
بھی اس کا انٹرویو تو دور کی بات دو لائن کی خبر بھی نہیں
چھاپتے ، نیلی کا شکوہ کسی حد تک درست ہے لیکن
شوبزنس کی دنیا تو ہوتی ہی بے مروت ہے صحافیوں
کو الزام دینا خود فنکار برادری اپنے ساتھیوں کو بھولنے
میں کم نہیں ہے ابھی پچھلے دنوں ماضی کی مقبول ترین
مزاحیہ اداکارہ "ملا" کا انتقال ہوا تو ان کے جنازے
میں کوئی ایک ادھوری فنکار تھا کسی کو یہ تک معلوم نہیں
تھا کہ ان کا جنازہ کہاں سے اٹھایا جائے گا حالانکہ
وہ فلم انڈسٹری سے ایک طویل عرصہ تک وابستہ رہیں
جب خود فنکار وں کا آپس میں ایک دوسرے کیساتھ
یہ رویہ ہو پھر کسی اور کی شکایت کرنا کوئی معنی نہیں
رکھتا ۔

بالآخر
حیاتِ قائد اعظمؒ پر
ایک فلم
بنالی گئی

سننے میں آیا ہے کہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی
جناح کی زندگی پر بالآخر ایک فلم تیار ہو گئی ہے اس کا
سہرا ایک غیر ملکی فلم ساز ادارے کے سر جاتا ہے اب
اسے ہم دیکھنے جا رہے ہیں سوچنے کی بات
ہے کہ اتنی بڑی اسلامی دنیا ہونے کے باوجود
ہم مسلمانوں کو خیال نہیں تھا کہ اپنے قائد کی زندگی
پر ایک فلم بنانا ، اس کے لئے بھی ہمیں دوسروں کا
مرہون منت ہونا پڑا یہ ہمارے لئے بلاشبہ شرم کا
مقام ہے کہ ہم اپنے رہنماؤں تک کو اہمیت نہیں دیتے
ہندوستان میں گاندھی جی پر فلم بنائی گئی تھی لیکن پاکستان
میں کسی بھی ادارے کو خیال نہ آیا حکومتی سطح پر بھی یہ کام
بہت تاخیر سے ہوا ، بہرحال یہ بھی غنیمت ہے کہ خیال تو آیا ۔

آجکل فلمی فنکاروں کا اسٹیج پر کام کرنے کا رجحان
بڑھ رہا ہے اظہار قاضی کے بعد اب مصطفیٰ قریشی بھی
اسٹیج پر اپنے فن کے جوہر دکھائیں گے ان کے لئے ویسے بھی
کوئی مشکل نہیں ہوگی اس لئے کہ ولن کے رول کر کے
ویسے بھی ان کی آواز کی رینج خاصی بڑی ہو گئی ہے ۔

جہانزیب گورچانی ٹی وی کے تعلیم یافتہ فن کار
ہیں لیکن فلم میں کام کرنے کے خلاف ہیں اس لئے کہ
بقول ان کے فلموں میں اچھل کود اور ناچنا گانا اپنے معیار
کے خلاف سمجھتے ہیں یوں بھی ابھی تک انہوں نے ٹی وی پر
جو کردار ادا کئے ہیں وہ سنجیدہ نوعیت کے ہی تھے ۔ ان
کی رنگینی میں یہ بات درست محسوس ہوتی ہے ۔

اداکارہ بندیا موسیقی میں اپنا الگ مقام بنانا چاہتی
ہیں کافی عرصہ پہلے سننے میں آیا تھا کہ وہ گلوکاری کریں
گی ، لیکن اس بات کو بھی مدت گزر گئی لیکن ان کی آواز
میں کوئی نغمہ یا گیت نہیں سنا دیکھیں ان کا یہ شوق
کب تک پورا ہوتا ہے ۔

شوکت صدیقی کے بارے میں بھی پتہ چلا ہے کہ
وہ جلد ہی ٹی وی کے لئے ایک سیریل لکھیں گے ابھی تک
ٹیلی ویژن پر ان کی تحریر کردہ ناولوں پر سیریلیں بنائی
گئی ہیں اگر ایسا ہوا تو یہ ان کی پہلی سیریل ہوگی جو براہِ
راست ٹی وی کے لئے ہوگی ۔

مقبول فنکار عابد علی کہتے ہیں کہ فن کاروں کو
معاشی تحفظ حاصل ہو تو ان کی پرفارمنس پر بھی بہت
فرق پڑتا ہے صرف اداکاری کے جوہر دکھا کر اور داد و
تحسین کے ڈونگرے سمیٹ کر کوئی فن کار زندگی نہیں
گزار سکتا یہ بات درست ہے کیونکہ اصل ضرورت تو
روٹی ہوتی ہے جب تک اس کے لئے کوئی معقول اور
باقاعدہ کام نہ ہو کوئی خالی فن کی خدمت کب تک
کر سکتا ہے ۔

عارفہ صدیقی کے خیال میں فلمی دنیا لکیر کی فقیر ہے
اسے پاکستانی ہیروئنوں کے ضرورت سے زیادہ صحت مند
ہونے پر اعتراض ہے عارفہ کو ڈر ہے وقت سے ڈرنا چاہئے
کل کہیں وہ بھی موٹی ہو گئیں تو پھر مسئلہ ہو جائے گا ۔

گلوکار سجاد علی کی ویڈیو کیسٹ "لو لیٹرز" اس
عید پر ریلیز ہونے کا امکان ہے اس طرح وہ بطور اداکار
بھی متعارف ہو جائیں گے ، ویسے ٹی وی کے موسیقی
کے پروگراموں میں وہ اچھی خاصی ایکٹنگ کر لیتے ہیں
اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس فلم میں کس حد تک بحیثیت
اداکار اپنے آپ کو منوا پاتے ہیں ۔

### بقیہ ، صحابہؓ کی قبریں

ہر مسلمان اُن کا دیدار کر سکے صحابہ کرامؓ کی آنکھیں
کھلی ہوئی تھیں گویا وہ بھی مجمع کو دیکھ رہے ہوں ۔
آنکھوں کے ایک جرمن ماہر نے ان مقدس آنکھوں
کا معائنہ کرنا چاہا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا دیدار کر چکی تھیں ۔ جیسے ہی اس جرمن آئی
اسپیشلسٹ نے صحابہ کرامؓ کی آنکھوں میں جھانک کر
دیکھا وہ مبہوت ہو کر رہ گیا اور فوراً ہی مسلمان ہو گیا ۔
چار گھنٹے کے بعد تمام شرکاء نے صحابہ کرامؓ کی نماز
جنازہ پڑھی اور پھر انہیں "سلمان پاک" میں نئی قبروں
میں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دوبارہ دفن کر دیا گیا ۔
شاہ فیصل ، وزراء ، سفراء اور تمام غیر ملکی معززین نے
ان مبارک قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھائیں ۔
یہ فلم اس محیر العقول واقعہ کی بنا پر مسلم معاشرہ
کے لئے ایک خزانہ سے کم نہیں ۔ اسلام کا پیغام عام کرنے
میں بڑی اہمیت رکھتی ہے ۔ آج کل اس فلم کو عراق
میں دکھایا جا رہا ہے ۔

# مغربی تہذیب کی ایک جھلک

## وہاں سب سے بڑا المیہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا گھر سے بھاگ جانا ہے

دینِ اسلام اگر دنیا میں پھیلا ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ "اخلاق" ہے جس کی وجہ سے دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہوا۔

اب جبکہ پوری دنیا اکیسویں صدی کی جانب بھرپور انداز میں رواں دواں ہے اور خاص طور پر یورپ جو اکیسویں صدی میں آنے کے بعد نہ جانے کیا کچھ کر دکھانے میں سرگرداں ہے کہ آج یہ مادے کے بھید تلاش کرنے میں تو سرگرداں ہے لیکن وہ اخلاقی اعتبار سے کتنا پیچھے چلا گیا ہے کہ برطانیہ میں نابالغ بچوں کی شراب نوشی نے برطانوی معاشرے کو پریشان کر رکھا ہے۔ برطانیہ میں حالیہ سروے کے مطابق اس وقت پورے ملک میں ۵۰ فیصد بالغ نوجوان کثرت سے شراب نوشی کے عادی ہیں جبکہ ستر فیصد کا کہنا ہے کہ وہ بلوغت سے قبل ہی اس کے عادی ہو چکے ہیں کیونکہ مذہبی اور قانونی طور پر یہاں شراب نوشی پر کوئی پابندی نہیں یہی وجہ ہے ان نوجوانوں کی غیر اخلاقی حرکتوں سے تقریباً پورا یورپ پریشان ہے سیر و سیاحت ہو یا کھیل کا میدان ہر جگہ ایک طوفان بدتمیزی پیدا کرنا ایک محبوب مشغلہ بن چکا ہے مانچسٹر ایوننگ نیوز نے اپنے اداریہ "انگریز نوجوانوں کا شرمناک رویہ" میں پوری قوم کی توجہ دلائی ہے کہ ان حرکات سے ہمارا پورا معاشرہ شرم کے مارے پانی پانی ہو چکا ہے۔"

ایک طرف تو ان اخبارات کا یہ تاثر اور دوسری طرف یورپی معاشرہ کا غیر اخلاقی ماحول، جہاں مذہب کی کوئی گنجائش نہیں سیکولر ذہنیت رکھنے والے یورپی سوسائٹی کا یہ حال بن چکا ہے جو سب سے زیادہ شراب نوشی کر سکتا ہو اسے مرد سمجھا جاتا ہے اور شراب نوشی کو مردانگی کا نشان بنا دیا گیا ہے۔ یورپین معاشرے میں شراب نوشی کے بارے میں اخبارات ٹی وی اور دیگر اشتہاروں سے جو تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ شراب سے

محمد عمران اقبال

قوت میں اضافہ اور لذت و فرحت نصیب ہوتی ہے جس سے بچے کا ذہن اسی رخ پر چل پڑتا ہے اور وہ اسی مقصد کے حصول کے لئے شراب خانوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ اخلاق اقدار نہ ہونے ہی کی وجہ سے مغربی معاشرہ اس کا خمیازہ بری طرح بھگت رہا ہے یہاں پر ماں باپ کا احترام کوئی اہمیت نہیں رکھتا جس کا منہ بولتا ثبوت وہ اولڈ ہاؤسز ہیں جو اپنی نوجوان اولادوں کے ہاتھوں گھر سے نکالے گئے ہیں اس کے علاوہ فحاشی اور عریانیت سے بھرے رسائل و اخبارات اور سب سے بڑھ کر تہذیب سے ——— بھرپور ایکشن (عریانی، فحاشی اور مار دھاڑ سے بھرپور) میڈیا (ٹی وی، سینما گھر) آج ان نوجوانوں کو کسی روش پر لے جا رہے ہیں کہ مانچسٹر کے قریب سیل فورڈ کے علاقہ کے پولیس افسران کی تحقیق کے مطابق چھوٹی عمر کے مجرموں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چھوٹے مجرم بڑے مجرموں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے

**ماں باپ کا احترام وہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔**

کر خود بھی اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتے ہیں اس کے علاوہ بے جا راہ روی کی وجہ سے سب سے بڑا المیہ وہاں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا گھر سے بھاگنا ہے جو کہ یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کیلئے اخلاقی طور پر ایک سوالیہ نشان ہے؟

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

مغربی معاشرہ کا یہ تجزیہ کرنے کے بعد ایک بات جو ہمارے لیے غور طلب ہے کہ اپنے معاشرے کو خراب کرنے میں خود مغربی معاشرے کے افراد کا بڑا ہاتھ ہے کہ ان ترقی یافتہ لوگوں کے ہی ہاتھوں مخربِ اخلاق و حیاسوز طریقے آزادی کے نام پر پروان چڑھائے جاتے اور کیونکہ ان کے پاس اخلاقی طور پر کوئی مؤثر قانون نہیں جس سے بے شمار دیگر جسمانی و روحانی بیماریاں جنم لیتی ہیں اور پورا معاشرہ متاثر ہو جاتا ہے، ان غیر اخلاقی حرکتوں کو روکنے کیلئے پولیس کی نفری میں اضافہ ہو یا احتجاجی مہم یا بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد کامیابی کے زینے طے نہیں کر سکتی کیونکہ جب قول اور عمل میں تضاد ہو تو بھونچال تو آتا ہی ہے اور کیا مغربی معاشرہ کو محض اس وجہ سے مہذب ترقی پذیر اور جدید مان لیا جائے جبکہ اس کا ذاتی قول اور ہر قدم اسکی مذمت و ملامت کر رہا ہو اگر کوئی معاشرہ ان مسائل کا حل تلاش کرنا چاہتا تو اسے اسلام کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی، اسلام کے انسانیت کیلئے رہنما اصول صرف مسلم معاشرہ ہی نہیں بلکہ ہر جدید و قدیم معاشرے کے سامنے ایک کھلی کتاب کی مانند ہے جس نے اپنے قول اور عمل دونوں لحاظ سے اپنے ماننے والوں کو اعلیٰ اخلاق کا پیکر بنایا، اجتماعی عزت و وقار کے پیمانے بدلے، دولت کی جگہ علم، گفتار کے بجائے کردار، کر و فر جاہ و حشم کی جگہ تواضع، انکسار، اخلاص و ایثار کا سبق دے کر حقیقی تہذیب یافتہ معاشرہ تشکیل دیا۔

جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈویژن کے خادمین انجمن نوجوانان اسلام اور انجمن طلبہ اسلام کے اجلاس کا ایک منظر قائد اہلسنت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق، صوفی ایاز خان نیازی اور دیگر علمائے کرام تشریف فرما ہیں

## جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈویژن کے
# خادمین و کارکنان کا اجتماع

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ جے یو پی پیپلز پارٹی کی جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی نہیں بنے گی وہ جمعیت کراچی کے خادمین کے علاوہ انجمن نوجوانان اسلام اور انجمن طلبہ اسلام کے کارکنوں سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر پروفیسر شاہ فرید الحق، صوفی ایاز خان نیازی، مولانا محمد حسن حقانی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا محمد صدیق ہزاروی اور سید ارشاد علی نے بھی خطاب کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے حلقہ ۹۹ کے انتخاب میں مولانا ستار نیازی سے اختلافات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سینیٹ کی نشست دو سو کنال زمین اور دس لاکھ روپے الیکشن اخراجات کی ادائیگی پر مولانا نیازی کو دستبردار کرنے کا معاہدہ کیا گیا تھا جسے جے یو پی کی مجلس شوریٰ اور کونسل کے مشترکہ اجلاس نے اس معاہدے کو مسترد کر دیا ہے جو کہ جمعیت کے منہ پر ایک کلنک کا ٹیکہ تھا جس کو شوریٰ نے دھو دیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر سمجھوتہ کرنا ضروری تھا تو نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے کوئی معاہدہ کیا جانا چاہئے تھا انہوں نے کہا جنرل ضیاء الحق اپنے دور میں جمعیت کو تقسیم کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے وہ کام ان کے جانشین نواز شریف نے کر دیا انہوں نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق کی باقیات اور جماعت اسلامی جے یو پی کے خلاف کافی عرصے سے سازش کر رہے تھے مگر نظام مصطفیٰ کے جانثار سپاہی متحد ہو کر یہ سازش ناکام بنا دیں گے انہوں نے کہا انتخاب میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے لیکن نظریاتی محاذ پر جنگ جاری رہتی ہے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا انہوں نے اپنی عمر اور صحت کے تقاضوں کے پیش نظر حلقہ کے انتخاب میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا تھا اور اپنے رفقاء کار کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر اب نظام مصطفیٰ کے نظریئے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جدوجہد کی ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ جے یو پی جدوجہد جاری رکھنا چاہتی ہے بصورت دیگر، مارشل لاء کا خطرہ لاحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایوب اور یحییٰ کے مارشل لاء کے دوران مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور جنرل ضیاء کے مارشل لاء میں لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی گئی، علیحدگی پسند رہنما اور جئے سندھ تحریک کے بانی جی ایم سید کو گلدستے پیش کئے گئے، اگر اب خدانخواستہ مارشل لاء لگا تو علیحدگی پسند قوتوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انہوں نے کہا کہ متحدہ حزب اختلاف اسمبلیاں توڑنے اور نئے انتخابات کا مطالبہ کرے گی تو ہم اس کے ساتھ ہوں گے مولانا نورانی نے کہا کہ ان کا شروع دن سے یہ موقف رہا ہے کہ عورت کی حکمرانی شریعت کے مطابق ناجائز ہے۔ مگر موجودہ وزیراعظم کا انتخاب دستور کے مطابق ہے انہوں نے کہا کہ حضور پرنور ﷺ کی حدیث شریف کے مطابق وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جس کی سربراہ عورت ہو انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی مارشل لاء کی بی ٹیم رہی ہے لہٰذا اب وہ جے یو پی کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے انتقام لینا چاہتی ہے۔

ہم نے شروع ہی سے پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کو کھوٹے سکے کے دو رخ قرار دیا ہے اور انتخابات میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ معاہدہ نہ کر کے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام پر علیحدہ الیکشن میں حصہ لیا ہے انہوں نے کہا کہ جے یو پی کو پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کی جانب سے بھیک میں نشست لینا منظور نہیں ہے وہ اپنے تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے جدوجہد جاری رکھے گی انہوں نے کہا کہ ہمارا جھکاؤ شروع سے صرف نظام مصطفیٰ ﷺ کی طرف رہا ہے اس موقع پر مولانا عبدالکریم سیالوی، مفتی عبدالسبحان قادری، مولانا عبدالحلیم قادری، محمد احمد صدیقی، صدیق راٹھور، طارق محبوب کے علاوہ علمائے کرام اور خادمین کی بڑی تعداد موجود تھی۔

دریں اثناء حیدرآباد میں جمعیت علماء پاکستان انجمن طلبہ اسلام اور انجمن نوجوانان اسلام کے کارکنان کا ایک اجلاس صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کی زیر صدارت ہوا اس موقع پر جے یو پی سندھ کے آرگنائزنگ سیکرٹری محمد عثمان خان نوری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کو کارکنوں کے اتحاد سے ناکام بنا دیا جائے گا انہوں نے مارشل لاء کی باقیات میاں نواز شریف اور جماعت اسلامی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اہلسنت میں انتشار پیدا کرنے والے ذلیل و رسوا ہوں گے اب جمعیت علماء پاکستان نظام مصطفیٰ ﷺ کی منزل کے حصول کا سفر جاری رکھے گی انہوں نے کارکنان پر زور دیا کہ اپنی صفوں کو منظم رکھیں اور نظریاتی کارکنوں کی تربیت کریں اس لئے کہ کارکنان تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اس موقع پر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوام اہلسنت جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل یقین رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ کارکنان کو ورغلا کر اپنے مذموم مقاصد پورے کرنا چاہتے ہیں جس میں انہیں کامیابی نہیں ہو سکے گی انہوں نے ۲۲، ۲۳ مارچ کو ملتان میں مجوزہ کونشن پاکستان کونشن کو کامیاب بنانے پر زور دیا، اس موقع پر بابو محمد رمضان آرائیں، جناب حسین بخش حسینی، جناب عبدالرحمٰن راجپوت اور سید عابد رضوی پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی جو ملتان کونشن کے سلسلے میں حیدرآباد کی سطح پر قافلوں کی روانگی کے سلسلے میں ضروری انتظامات کرے گی۔

## راہِ ہدایت

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں غلط طریقے اختیار نہ کرو۔ اس لئے کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اس کو پورا رزق نہ مل جائے۔ اگرچہ اس کے ملنے میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

مرسلہ: عبدالوحید صدیقی جنرل سیکریٹری بزم حمد و نعت

## نعتیہ قطعہ

مجھے طیبہ کی گلیوں میں ساتھ ہی لے جانا
اور کبھی نہ چھوڑنا مجھے اس کائنات میں
آرزو مند ہوں آقا روضہ مقدس کی زیارت کا
بس یہی ایک آرزو ہے عمر رفتہ حیات میں

مرسلہ: احمد اللہ حسین احمد۔ (گوجر خان)

## کنیت

سید ریحان حسین
نارتھ کراچی سیکٹر

- حضرت عبدالمطلب کی کنیت "ابوالحارث" تھی
- حضرت خدیجہؓ کی کنیت "ام ہند" تھی
- حضرت عائشہؓ کی کنیت "ام عبداللہ" تھی
- حضرت عمرؓ کی کنیت "ابو حفص" تھی
- حضرت علیؓ کی کنیت "ابوالحسن" تھی
- حضرت بلال حبشیؓ کی کنیت "ابو عبداللہ" تھی
- حضرت امیر حمزہؓ کی کنیت "ابو عمارہ" تھی
- امام شافعیؒ کی کنیت "ابو عبداللہ" تھی۔

## حاضر جوابی

ایک دفعہ قائد اعظمؒ عدالت میں انگریز جج کے سامنے کسی خاص نکتے کی وضاحت کر رہے تھے۔ قانونی موشگافیوں کی وجہ سے گفتگو خاصی الجھی ہوئی تھی۔ جج نے بیزاری کے عالم میں قائد اعظمؒ کو ٹوکا۔ "مسٹر جناح آپ کی گفتگو اتنی الجھ گئی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ آپ کی گفتگو ایک کان سے سنتا ہوں مگر وہ دوسرے سے نکل جاتی ہے۔"

قائد اعظمؒ کو جج کی یہ غیر حاضری ناگوار گزری فوراً بولے۔ "جناب عالی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ خالی ہے۔"

جج صاحب خاموش ہو گئے اور قائد اعظمؒ کو دوبارہ ٹوکنے یا کچھ کہنے کی جرات نہ کر سکے۔

مرسلہ: بلال اختر، 2-اے وحدت کالونی۔ لاہور

## گنہگار کے آنسو

مرسلہ: عارف بیگ۔

خواجہ حسن بصریؒ ایک دن مسجد کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرطِ ذوق اور خوفِ خدا سے آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ نے چھت سے نیچے گلی کی طرف دیکھا تو آپ کے آنسو ایک راہگیر پر جا پڑے۔ اس نے اوپر دیکھ کر کہا "بھئی پانی کے یہ قطرے پاک تھے یا ناپاک؟"

آپ نے فرمایا "بھائی! اپنے کپڑے دھو لو۔ یہ قطرے پاک نہیں ہیں۔ یہ مجھ گنہگار کے آنسو ہیں۔ تم کو جو تکلیف پہنچی ہے اس کے لئے خدا مجھے معاف کر دے۔"

## انمول موتی

- دوزخ کی آگ سے بچو در خیرات کیا کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا۔
- اللہ کی راہ میں گن کر خرچ نہ کرو، ورنہ وہ بھی گن کر دیتا ہے۔
- سخی اللہ کے قریب ہے۔ جنت کے قریب، لوگوں کے قریب مگر دوزخ سے دُور۔
- جب اپنے نیک عمل سرور اور شادمان کریں اور برائی ناگوار محسوس ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ تم مومن ہو۔

مرسلہ: غلام مصطفےٰ مزاری، میرپور ماتھیلو

## احوال نامہ

رنگ احوال کو پسند کرنے اور اس کی بہتری کے لئے مشورے دینے کا بہت بہت شکریہ۔ پرچہ کی نوعیت کے پیش نظر قلمی دوستی کا کام شروع نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں البتہ آپ طلبہ اور بچوں کے لئے اپنی تحریریں ارسال کر سکتے ہیں۔ انچارج رنگِ احوال

ے/6، یونس شاپنگ سینٹر۔ صدر، کراچی

## دنیا کا بلند ترین زینہ

چین میں تائی شان نامی پہاڑ مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اس کی چوٹی پانچ ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بدھ مت والوں کی ایک عبادت گاہ ہے۔ اس چوٹی پر چڑھنے کے لئے چھ ہزار سیڑھیوں کا زینہ تیار کیا گیا ہے۔ جو اونچائی کے لحاظ سے موجودہ زینوں میں سے اپنی قسم کا پہلا زینہ ہے۔ اس کا ریکارڈ آج تک نہیں توڑا جا سکا۔

مرسلہ: محمد صادق صدیقی۔ ملتان

## سمندر کے نیچے طویل سرنگ

جاپان میں سمندر کے نیچے تعمیر کی جانے والی دنیا کی طویل ترین سرنگ کا افتتاح مارچ ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ ۳۲ میل لمبی اس سرنگ کے ذریعہ دو جزیروں کو ملا دیا گیا ہے۔ دفاعی ادارے کا خیال ہے کہ اس سرنگ کو دفاعی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔

مرسلہ: عبدالغفور، سمن آباد۔ کراچی

## ۶ برس میں ۱۲۱ شادیاں

شمالی بھارت میں ایک ۲۷ سالہ نوجوان نے ۶ برس کے عرصہ میں ۱۲۱ مرتبہ شادیاں کیں۔ اس نے یہ شادیاں محض دولت حاصل کرنے کے لئے جہیز کے لالچ میں رچائیں اور اس مقصد کے لئے اس نے کالے جادو کا استعمال کیا۔ جہیز کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ یہ بری رسم صرف بھارت میں پائی جاتی ہے لیکن یہ کاروبار تو دوسرے ملکوں میں بھی عروج پر ہے۔

مرسلہ: شوکت حسین ملتانی (اوڈالاڑ)

## ہنسیے

رانا سہیل اختر، شجاع آباد

پہلا آدمی: اگر تم نے میرے کتے کی ٹانگ پکڑی تو میں تمہاری ٹانگ توڑ دوں گا اور اگر گردن پکڑی تو گردن توڑ دوں گا اور...

لڑکا: اور اگر میں تمہارے کتے کی دُم پکڑ لوں تو...

پہلا آدمی: چاند پر ایک دن ۱۴ دن کے برابر ہوتا ہے۔

دوسرا آدمی: تو پھر ہمارا درزی شاید زمین کو ہی چاند سمجھتا ہے۔

تربیتی کنونشن
بمقام
شاہی عیدگاہ
ملتان شریف
خصوصی خطاب
23
مارچ
19
90
بروز
امام شاہ احمد نورانی
صدر جمعیت علماء پاکستان

## بقیہ: سرکارِ دوعالم

علی تھی۔ دوسرے بڑے انبیاء کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے ان کی زندگی ہی میں کہہ دیا۔ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون (سو تو جا اور تو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھیں گے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے والوں کی تعداد شاید تمام اہلِ اسلام سے بھی زیادہ ہو۔ ان کا یہ حال تھا کہ از روئے انجیل۔

وہ اپنی زندگی میں بارہ سے زیادہ حواری پیدا نہ کر سکے۔ ان میں سے بھی ایک آزمائش کے وقت آپؑ کا منکر ہو گیا اور دوسرے نے تیس اشرفیوں کے بدلے اپنا ایمان کو بیچ دیا۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے کڑے وقت آئے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے حضورؐ کے ساتھ ایسی جانثاری اور وفاداری کا ثبوت دیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے عاری ہے اور عاری رہے گی۔

### دوسرا اعتراض

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انسان کامل ہونے کا دعویٰ ظاہر کر دیا ہے تو اعتراض کا دوسرا حصہ کہ ان خیالات، یعنی اس مزعومہ غلو کو اس بات نے تقویت پہنچائی کہ آنحضرت (صلعم) کا اپنا نام کلمۂ شہادت میں خداتعالیٰ کے نام کے ساتھ دہرایا جاتا ہے خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ تاہم اس اعتراض کی حقیقت اس امر سے بھی کھل جاتی ہے کہ کلمہ میں آپؐ کو "عبد" اور "رسول" کے نام سے ہی یاد کیا گیا ہے۔ گویا جب مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو معبود سمجھیں اور اس کی ذات اور صفات کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، تو ساتھ ہی انہیں یہ تاکید بھی کی گئی کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو بھی یاد رکھیں اور وہ یہ کہ آپ "عبد" اور "رسول" ہیں۔ یعنی ایک انسان ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی حیثیت سے مورد وحی الٰہی ہیں۔ گویا کلمۂ طیبہ میں ان الفاظ کا وارد ہونا خود قرآنی آیت اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ ہی کے اتباع میں ہے۔

حیرت ہے کہ جو کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآنی حیثیت کی تائید میں اور اس کا نقش واضح اور مستحکم کرنے کا ایک موثر اور کامیاب ذریعہ ہے۔ وہ پروفیسر شمل کو اپنے عدم علم یا تعصب کی بنا پر قرآنی بیان کی خلاف ورزی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

## بقیہ: کشمیریوں کا قتل عام

نکلا۔ جلوس کا مقصد نیم فوجی دستوں کی زور زبردستیوں بے جا تلاشیوں کے دوران خواتین کی بے حرمتی۔ جمعہ کے روز مسلمانوں کو مساجد میں نماز ادا کرنے سے باز رکھنے کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔

اس طرح کشمیر کا مسئلہ انا اور ضد میں الجھتا جا رہا ہے اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا ہے کہ جگموہن کو گورنر بنایا ہی اس نیت سے گیا تھا کہ فاروق عبداللہ کو دباؤ میں رکھا جا سکے۔ مگر فاروق نے استعفیٰ دیکر اپنی جان بچا لی وہاں کے عوام اب جگموہن کو ایک آنکھ دیکھنا نہیں چاہتے مگر مرکزی حکومت نے جگموہن کی تقرری کو اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا ہے۔

کشمیر کی موجودہ صورتحال کے سلسلے میں ملک کے دانشوروں میں بڑے عجیب و غریب خیال پرورش پا رہے ہیں حال ہی میں مغربی بنگال کے سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر اشوک مترا نے کلکتہ کے انگریزی روزنامے "ٹیلیگراف" میں کشمیر بنیادی حقائق کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے کشمیر کی علیحدگی پسند تحریک کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا انہوں نے لکھا ہے۔

ہمیں لوگوں کو ان کی منشا کے خلاف اپنے ساتھ باندھے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے یا تو ہمیں ان سے گفت و شنید کر کے ان کا اعتماد اور ان کا دل جیتنا چاہئے یا پھر ہمیں جہاں وہ جانا چاہیں انہیں جانے دینا چاہئے۔ ہم پاکستان کو بار بار شملہ معاہدہ کی پابندی کی تلقین کر سکتے ہیں ہم یہاں وہاں ہر جگہ اپنے سفیر بھیج کر اس بات کی وضاحت بھی کر سکتے ہیں کہ کشمیر کے پیچیدہ مسئلے میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ خالص ہمارا اندرونی معاملہ ہے لیکن کیا ہم ایمانداری کے ساتھ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب سچ ہے؟ ہمارے تصورات سرینگر، اننت ناگ یا سوپور کے غصے سے بھرے نوجوانوں کے موڈ کو نہیں بدل سکتے۔ اگر حالات جوں کے توں رہے تو ہم کشمیر پر ایک قابض فوج کی مدد سے ہی حکومت کرنے کے لئے مجبور ہونگے لیکن کتنے عرصہ تک اور کس قیمت پر؟

## بقیہ: ادبی منظر نامہ

جو باقی بچ گئے ہیں وہ گوشۂ گمنامی میں پہنچ گئے ہیں۔ اس ضمن میں حکومت کو چاہئے کہ وہ اپنے بھرپور وسائل سے عوام کو ایسی شخصیتوں سے متعارف کرائیں جو ہمارے اسلاف و اقدار کا سرمایہ ہیں اور عوام کو بھی چاہئے کہ ان قومی اثاثوں کو محفوظ کر کے حکومت کے حوالے کریں جو ان کی نیک نامی کا باعث بنیں تاکہ نئی نسل روشناس ہو سکے۔

قومی عجائب گھر کراچی کے محافظ کمال الدین اور عربی اسکالر محمد شاہ بخاری نے نمائش کے شائقین کا خیر مقدم کرتے ہوئے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر عوام کا تعاون حاصل رہا تو ہم آئندہ بھی ایسی نمائشوں کا اہتمام کرتے رہیں گے۔ نمائش میں مرزا غالب کے نادر قلمی نسخے دیوانِ غالب کا قلمی نسخہ اور غالب کے نادر خطوط بلکہ شہنشاہ مصور عبدالرحمٰن چغتائی کی بنائی ہوئی نادر تصاویر بھی اس نمائش میں شامل تھیں۔ اس نمائش کو تقریباً ۲۰، ۲۵ ہزار افراد نے دیکھا اور منتظمین کی کاوشوں کو سراہا۔

## بقیہ: حال احوال

تھی اور خاص طور پر مہاجروں کے مطالبات کی علمبردار۔ کوٹہ سسٹم کی وجہ سے شہری اور دیہی حلقوں میں چپقلش ایک عرصے سے بڑھ رہی تھی۔ جسے اپنے اپنے طور پر ایم۔ کیو۔ ایم اور پی پی پی نے ایکسپلائٹ کرنے کے بعد ووٹوں کی صورت میں کیش کرایا۔ الیکشن کے بعد پی پی پی کی ضرورت ایم۔ کیو۔ ایم بن گئی اور ایم کیو ایم اس ایجنڈے پر پی پی پی کے ساتھ شامل ہو گئی کہ شاید وہ سہانے خواب جو عوام کو دکھائے گئے ہیں پی پی پی کی معرفت پورے ہو سکیں چونکہ یہ اتحاد غیر فطری تھا۔ اس لئے نبھ نہ سکا سندھی اراکین مہاجرین کا ساتھ کس طرح دیتے؟ اس لئے ہر ہر مرحلہ پر تنازعہ کھڑا ہوا۔ کبھی بجٹ سندھی میں پیش کرنے پر تو کبھی نوکریوں کی تقسیم پر۔ جب یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی تو نواز شریف اینڈ کمپنی نے راہ و رسم بڑھانا شروع کی اور خفیہ مذاکرات رنگ لائے اور ایم۔ کیو۔ ایم آج اس اسلامی جمہوری اتحاد کا حصہ ہے جسے کل تک سندھی مہاجر بھائی بھائی دھوتی نسوار کہاں سے آئی اور مختلف القابات سے نوازتے رہے اور ان کی ممدوح پی پی پی آج عوام دشمن پارٹی بن گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ نواز شریف الطاف حسین اتحاد بھی غیر فطری ہے اور جلد یا بدیر اس کے نتائج سامنے آئیں گے۔ بے نظیر جس طرح سندھ میں سندھ کی بات کرتی ہیں۔ اسی طرح "پنجاب دا پُتر" نواز شریف پنجاب میں جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ کا نعرہ لگا کر پنجاب کے حقوق کا علمبردار بن کر سامنے آئے ہیں۔ کراچی میں پنجابیوں اور مہاجروں کو جس طرح لڑوایا گیا ہے اور جس طرح قتل و غارتگری ہوئی ہے اس کا اثر اس اتحاد پر ضرور پڑے گا۔ وہ پنجابی گھر لٹے جو لٹے پٹے واپس پنجاب جا رہے ہیں وہ اس اتحاد پر منفی اثرات مرتب کریں گے۔ حالات و شواہد بھی بتلاتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ نواز شریف بھی ایم۔ کیو۔ ایم سے پیچھا چھڑانا چاہیں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔ کیونکہ ابھی ایم کیو ایم کراچی میں سیاست کی دکان چمکانے کے لئے ان کی ضرورت بن چکی ہے۔

AHWAL Weekly Regd. NO M-476. MARCH 15 to 21 1990.